ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۳ نومبر ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

آہ قطبُ الارشاد گزشت ۱۳۸۲ھ

نظم در فراق

سلطان العرفا، سیدالطائفہ، حضرتِ اقدس مولانا و مرشدنا شاہ عبدالقادر رائپوری نوراللہ مرقدہٗ

از

کمترینِ متوسلین مدعو بہ نفیس الحسینی غفرلہٗ

اے غمِ جاناں، اے غمِ جانم — دل ہے پُرخوں، آنکھیں پُرنم
اللہ اللہ، اُن کا عالم — عشق سراپا، حُسن مجسّم
حضرتِ عبدالقادر ثانی — قبلہ نما و قبلہ عالم
قُطبِ زمانہ، غوثِ یگانہ — رشکِ جُنید و شبلیؒ و ادہمؒ
فانی فی اللہ، باقی باللہ — ختم ہے اُن پر اُن کا عالم
جامعِ سُنّت، قامعِ بدعت — نائبِ حضرتِ فخرِ دو عالم
عسکریِ اصحابِ مقدّس — لشکریِ پیغمبرِ خاتم
نورِ شریعت، فیضِ طریقت — جاری ساری باہم باہم
ایسا عارف، ایسا مُرشد — ڈھونڈ نہ پائے عالم عالم
تجھ سا نہ دیکھا، تجھ سا نہ پایا — اُتّر، دکھن، پُورب، پچھم
لاکھوں دِلبر، لیکن پھر بھی — تیرا عالم، تیرا عالم
حُسنِ تکلّم، رنگِ تبسّم — غم کا مُداوا، زخم کا مرہم
گاہ اشارہ، گاہ کنایہ — مُجمل مُجمل، مُبہم مُبہم
سوزِ مروّت، لطفِ لطفِ — دردِ محبت پیہم پیہم
اپنے پرائے، یکساں یکساں — سب کا مُونس، سب کا ہمدم
استغنا کا عالم، واللہ — خاک برابر لاکھوں درہم
اُف رے دبی چنگاری دل کی — آگ لگا دی پُورب پچھم
آہ ترا اندازِ محبت — عشق میں شعلہ، حُسن میں شبنم

یاد رہیں گے تیرے جلوے — روشن روشن، مدھم مدھم
آہ کہ تجھ سے گرم تھی محفل — آہ کہ اب ہے درہم برہم
اُجڑا اُجڑا، وِیراں وِیراں — ق ہائے وُہ رائپُور کا عالم
ساحلِ جمنا پر کیا گزری — آہ وُہ طُوفاں برہم برہم
تُم ہی کہو کچھ غم کی کہانی — اے لبِ راوی، اے لبِ جہلم
آہ نفیسِ زار کی حالت — بیکل بیکل، بیدم بیدم
اللہ اللہ دیکھ لیا ہے! — حشر سے پہلے حشر کا عالم
سینہ بریاں، دیدہ گریاں — آہ کہ اب کس حال میں ہیں ہم
ذِکر کی دُنیا سُونی سُونی — فِکر کا عالم درہم برہم
دُنیا دُنیا، عقبےٰ عقبےٰ — عالم عالم تیرا ماتم
دل کہ شہیدِ ناز ہے تیرا — زندہ ہے اب بھی لیکن کم کم
آہ کہ تجھ بِن چین نہیں ہے — یاد ہے تیری پیہم پیہم
انشاءاللہ، انشاءاللہ — ق آج سے ہے یہ وعدۂ محکم
وُہ جو عزیزِ جاں ہے تُمہارا — وُہ ہے ہمارا اُس کے ہیں ہم
آہ کہ زادِ حشر نہیں ہے! — آہ ندامت سے ہے سرِ خم
اے مرے مُشفق، اے مرے محسن! — تُم ہو جو میرے پھر مجھے کیا غم
ہاتھ میں تیرے ہاتھ دیا ہے — لاج بھی تیرے ہاتھ ہے ہمدم
حشر میں ہم کو بُھول نہ جانا — یاد کے لائق گرچہ نہیں ہم

حشر تلک تُربت پر تیری
نُور کی بارش برسے چھم چھم

وصال مبارک ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۲ھ بروز پنجشنبہ
مطابق ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء بوقتِ چاشت
در لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر ــــــ ۶۷۵۴۵

جلد ۳۴ | جمادی الثانی سنہ ۱۹۶۲ | شمارہ ۳۰

بمطابق ۲۳ نومبر سنہ ۱۹۶۲ء

پاکستان و ہندوستان میں

سالانہ ــــــ ۱۱ روپے
ششماہی ــــــ ۶ روپے
سہ ماہی ــــــ ۳ روپے
فی پرچہ ــــــ ۲۵ پیسے

• سعودی عرب • کویت • ایران
• افریقہ • ملایا
• ہانگ کانگ • انگلینڈ
کیلئے

سالانہ چندہ
عام ڈاک سے
ــــ ۱۸ روپے ۸۷ ــــ
ہوائی ڈاک سے
ــــ ۵۴ روپے ۰۰ ــــ

امریکہ
عام ڈاک سے
ــــ ۲۴ روپے ــــ
ہوائی ڈاک سے
ــــ ۸۲ روپے ۸۰ ــــ

نوٹ
اشتہارات کی ذمہ داری مشتہرین پر ہوگی

اتحاد اسلامی

مغربی سامراج کے دوست عرب ممالک کا ستارہ آج کل گردش میں ہے۔ شاہ سعود اچھے خاصے دیندار ہونے کے باوجود امریکہ کے بندۂ بے دام ہیں۔ شاہ حسین نے انگریزی فوج اپنے ملک میں رکھی ہوئی ہے۔ مصر حلیف کسی کا نہیں مگر نقطۂ نظر اس کا یہ ہے کہ عرب ممالک کی سیاست میں سامراجی گروپ کا کوئی عمل دخل نہ ہونا چاہئے اور اس لئے اس کا جھکاؤ روسی گروپ کی طرف ہے۔ پھر یہی نہیں مصر ہر اس حکومت کی مخالفت اپنا فریضہ سمجھتا ہے جو کسی نہ کسی عنوان سے سامراجیوں کے زیر اثر ہو یا ان کے سائے میں پروان چڑھنے کے خواب دیکھ رہی ہو۔ امام یمن سے مصر کے تعلقات کا انقطاع بھی اسی جذبے کا اثر تھا۔ عرب عوام ایک عرصہ تک سامراجی چیرہ دستیوں کا شکار رہنے کے بعد سامراجی قوتوں سے اس حد تک متنفر ہو گئے ہیں کہ وہ ان کی کسی بات پر کان دھرنے کو تیار نہیں اور نہ ان کی کسی بات کی تائید پر آمادہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرب اکثریت مصری نقطۂ نگاہ کی موئید اور صدر مصر کی دل و جان سے قدر دان ہے۔ یمن میں فوج کی حالیہ بغاوت اور نئی حکومت کا قیام اسی حقیقت کا آئینہ دار اور عرب رجحانات کا نشان دہ ہے۔

موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ یمن کی نئی حکومت کو مصر اور روس دونوں نے تسلیم کر لیا ہے اور ایک تازہ خبر کے مطابق افغانستان نے بھی ان کی تقلید کرکے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کر دی ہے۔ عراق اس سلسلے میں تاحال خاموش تماشائی ہے۔ اُسے ایک طرف مصر سے رقابت ہے۔ اور دوسری طرف وہ روس کا دوست ہونے کے باعث سامراجیوں کا آلۂ کار بننے سے قاصر ہے۔ شام و لبنان کا رویہ اعتدال پسندانہ ہے۔ شاہ سعود کے بھائی بھاگ کر قاہرہ میں پناہ گزیں ہو چکے ہیں۔ اردن کے فوجی افسر فرار ہو کر مصر کو جائے پناہ بنا رہے ہیں۔ کمانڈر انچیف بھیجا اس لئے گیا تھا کہ سعودی فوجوں کی کمان کرے مگر وہ خود ہی بھاگ کر قاہرہ پہنچ گیا۔ اور اب کیفیت یہ ہے کہ صدر مصر نے اعلان کیا ہے کہ سعودی عرب اور اردن کے عوام شاہی محلوں، فوجی اڈوں، ریڈیو اسٹیشنوں اور سرکاری عمارات سے دور رہیں تاکہ بمباری کی صورت میں عوام ہلاکت کا منہ نہ دیکھیں۔ نتیجتاً افراتفری پیدا ہوئی اور شاہوں سے لے کر عوام تک خوف و ہراس کی لپیٹ میں ہیں۔ ہماری تو شروع سے یہ رائے ہے کہ مسلم ممالک کو اغیار کا آلۂ کار بننے کی بجائے آپس میں سر جوڑ کر بیٹھنا چاہئے۔ ایسا کرنے میں برکت بھی ہوگی اور نصرتِ خداوندی کا نزول بھی ہوگا۔ مگر افسوس کہ اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور بدبختی کی انتہا ہے کہ اسلام کا باہمی رشتہ بھی انہیں باہمی تنازعات سے باز رکھنے میں ناکام ثابت ہو رہا ہے۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی سازشیں بھی باقاعدہ ہو رہی ہیں اور اغیار کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بننے کا تماشہ بھی بدستور جاری ہے۔

ہمیں کسی سے علاقہ نہیں اور نہ کوئی ذاتی منفعت ہی ہمارے سامنے ہے۔ صرف اسلامی اخوت کا رشتہ ہے جس کی بدولت ان کے حالات پڑھ کر ہمیں صدمہ ہوتا ہے اور ہمارے قلب پر آری چلتی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان عرب ممالک میں کامل اتحاد و اتفاق پیدا فرمائے اور سرزمین عرب غیروں کی دست بُرد سے محفوظ رہے۔ لیکن حالات کی رفتار اگر یہی رہی، سعودی عرب اور مصر نیز دوسرے ممالک میں اتحاد و یگانگت کی روح پیدا نہ ہو سکی تو مرکز اسلام تباہی کی آغوش میں چلا جائے گا۔ اور وہ خطۂ پاک بدامنی و انقلاب سے دوچار ہو جائے گا، جہاں سے اتحاد و یگانگت اور اخوت کے سوتے پھوٹے تھے اور جنہوں نے تمام کائنات انسانی کے قلوبِ مردہ کی آبیاری کی تھی۔ خدا کرے ہماری یہ آرزو پوری ہو اور نہ صرف عرب اتحاد ہی بلکہ تمام عالم اسلام متحد ہو کر دنیا کی تیسری بڑی طاقت بن سکے۔

احباب و متوسلین
جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا
عبید اللہ انور مدظلہٗ
سے

- ۲۰-۲۱ نومبر کو منچن آباد اور محمد پور ستسار
- ۲۳-۲۴ نومبر کو نیدہ ضلع راولپنڈی
- ۲۵-۲۶ نومبر کو کراچی
- ۳۰ نومبر یکم دسمبر کو بھکر
- ۲-۳ دسمبر کو گلور کوٹ میں شرف ملاقات حاصل کر سکتے ہیں۔

(ادارہ)

خطبۂ یوم الجمعہ ۱۹ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۲ھ ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۶۲ء

اسلام میں اکل حلال کی اہمیت

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اے لوگو! ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں برائی اور بے حیائی ہی کا حکم دے گا اور یہ کہ اللہ کے ذمے تم وہ باتیں لگاؤ جنہیں تم نہیں جانتے۔

بزرگان محترم:

انسانوں کی من جملہ گمراہیوں میں ایک بنیادی گمراہی یہ بھی تھی کہ کھانے پینے میں طرح طرح کی توہم پرستانہ جکڑ بندیاں ان میں رواج پا چکی تھیں۔ اور اس کے باعث قانون الٰہی کی قائم کردہ حدیں اور قدریں بری طرح پامال ہو رہی تھیں۔ دین حنیف کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب ہی اس باب میں طرح طرح کی غلط روی اور کج راہی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کے حکم میں رکھ کر دین ابراہیمی کا حلیہ انہوں نے بگاڑ رکھا تھا اور شریعت حقہ ان کے ہاتھوں جان کنی کی حالت میں تھی ظاہر ہے جب کوئی شخص قانون الٰہی سے تجاوز کرے، وہی اقدار کی پامالی کا سبب ٹھہرے، کسی معاملہ میں خداوند لایزال کی مقررہ کردہ حدوں سے باہر قدم نکالے اور دین خداوندی کی غارتگری کا ذریعہ بنے۔ تو وہ یقیناً شیطان کا پیروکار ہو گا کیونکہ شیطان کا کام ہی انسان کو الٹی صلاحیں دینا، قانون الٰہی توڑنے پر آمادہ کرنا، برائی اور بے حیائی سکھانا اور من گھڑت اور جھوٹی باتوں کو اللہ جل شانہٗ سے منسوب کرنے کی ترغیب دینا ہے چنانچہ آیات مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام نوع انسانی کو مخاطب کرکے پہلے دو باتوں کا حکم فرمایا ہے۔

۱۔ حلال وطیب غذا کھاؤ۔

۲۔ شیطان کی راہ اور اس کے فریب سے بچو۔ اور پھر شیطان لعین کی شیطنت کا پردہ چاک کرکے اس کی اصلیت از راہ شفقت اپنے بندوں پر واضح فرمائی ہے۔

برادران عزیز! حلال اس چیز کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام نہ کی گئی ہو اور شریعت نے اسے جائز کہا ہو۔ مثلاً پانی، سبزیاں، گوشت، دالیں اور پھل وغیرہ۔ طیب وہ چیز ہے جو حلال ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے بھی پاک ہو۔ صورتاً اور سیرتاً ہر طرح پاکیزہ ہو۔ گویا حلال وطیب غذا کا معنی یہ ہوا کہ غذا بظاہر بھی پسندیدہ اور از روئے شریعت حلال ہو، حاصل بھی جائز ذرائع سے کی گئی ہو اور غیر کا حق بھی اس میں شامل نہ ہو۔ جیسے پھل سب حلال ہیں لیکن اگر پھل چوری کے ہوں، سبزیاں کسی کے ساتھ اشتراک کرکے بوئی گئی ہوں اور ساجھی کی اجازت کے بغیر یا اس سے مشورہ لئے بغیر فروخت کر دی جائیں اور اسی طرح غصب، چوری، رشوت اور سود کے مال سے خرید کردہ چیزیں نیز بیع فاسد اور اجرت فاسد یہ سب چیزیں حلال وطیب ہونے سے خالی ہیں۔

اس آیت کے ضمن میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:۔

"خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین میں پیدا ہوتا ہے اس میں سے کھاؤ بشرطیکہ وہ شرعاً حلال وطیب ہو۔ نہ تو فی نفسہ حرام ہو جیسے مردار اور خنزیر اور ما اھل بہ لغیر اللہ (جن جانوروں پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا جائے اور اس کی قربت مقصود ان جانوروں کے ذبح سے ہو) اور نہ کسی امر عارضی سے اس میں حرمت آگئی ہو جیسے غصب، چوری، رشوت، سود کا مال۔ ان سب سے اجتناب ضروری ہے۔ اور شیطان کی پیروی ہرگز نہ کرو کہ جس کو چاہا حرام کر لیا۔ جیسے بتوں کے نام کے سانڈ وغیرہ اور جس کو چاہا حلال کر لیا جیسے ما اھل بہ لغیر اللہ وغیرہ"۔

محترم حضرات!

غذا کے اندر اسلام نے حلال وطیب کی دو شرائط لگا کر ایک بہت بڑی خوبی پیدا کی ہے۔ ان اصولوں کی بنا پر ہر وہ شے جو پاکیزہ نہیں روح و جسم کے لئے مضر ہے۔ اس کا کھانا پینا اور استعمال کرنا ممنوع ہے۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزگی کا اس قدر خیال رکھا کہ وہ چیزیں جن کی بو عام طور پر طبیعت پر گراں گزرتی ہیں مکروہ قرار دیں۔ اور انہیں کھا کر مسجد میں آنے کو ناپسندیدہ بتایا کہ ساتھی نمازیوں کی طبیعت پر گراں نہ گزرے۔

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ حضورؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ لقمۂ حلال کا التزام کر لو خود بخود مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔

ایک دوسری حدیث میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "جس شخص کا کھانا حرام کا، لباس حرام کا، غذا حرام کی ہو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے"؟

چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں اپنے مشاہدات بیان فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ مخلوق خدا کی کثیر تعداد ان کی خدمت میں اوراد و وظائف پوچھنے کے لئے آیا کرتی تھی۔ چنانچہ جب کبھی وہ کسی کو کسی خاص مقصد کے لئے وظیفہ تلقین فرماتے تو اس سے پہلے ارشاد فرما دیتے کہ لاہور کا دودھ، گھی اور گوشت کھانا چھوڑ دے۔ پھر وہ خود بخود نور باطن سے دیکھ کر غذا کھانے کے لئے وظیفہ کرنے والے کو دیتے کیونکہ اللہ

تعالیٰ نے ان کو یہ بینائی عطا فرما رکھی تھی۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے "حرام کھانے سے اول تو عبادت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور اگر حرام خور عبادت کرے گا بھی تو قبول نہ ہوگی۔ حرام اور حلال کی تمیز باطن کی بینائی سے ہوتی ہے۔ اگر باطن کی بینائی ہو تو پتہ چلتا ہے کہ کونسی اشیاء حلال ہیں اور کون سی حرام۔ بہت سی چیزیں بظاہر حلال اور اندر سے حرام ہوتی ہیں۔ لاہور کا دودھ اور گوشت اکثر حرام کا ہوتا ہے۔ بعض قصائی ایک دوسرے کے جانور چرا لیتے ہیں اس لئے ان کا گوشت حقیقت میں حلال نہیں ہوتا گوجروں کے ہاں گائے اور بھینس کے بچے بلک بلک کر مرجاتے ہیں۔ اسی طرح بچوں پر ظلم کرکے حاصل شدہ دودھ حقیقت میں حلال نہیں ہوتا۔"

محترم حضرات! یہ ہے اسلام میں اکل حلال کی اہمیت کہ جانوروں تک کا حق مارنے سے بھی غذا پر اثر پڑتا ہے۔ اور وہ طیب نہیں رہتی۔ دوسری طرف اللہ عزوجل فرماتے ہیں جو لوگ حلال و طیب کی پرواہ نہیں کرتے وہ شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور انسان شیطانوں کا کھلا دشمن ہے۔ وہ کبھی انسان کی خیر خواہی نہیں کر سکتا۔

اسی لئے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "رزق حلال کھانا ایک مسلمان کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ یہ یاد رکھئے کہ حرام کا رزق استعمال کرنے سے انسان کی دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے اور آخرت بھی یقیناً برباد ہو جاتی ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ لاہور کی سبزی بدمزہ ہوتی ہے کیونکہ وہ لاہور کے غلیظ، گندے اور ناپاک پانی سے نشوونما پاتی ہے گویا وہ سبزی زبانِ حال سے بتلا دیتی ہے کہ میں گندے اور ناپاک پانی کی پیداوار ہوں۔ اسی طرح جو انسان حرام کا مال کھا کر تربیت پاتا ہے اس کے اقوال اور اعمال میں شرافت، صلاحیت اور سعادت کے آثار نظر نہیں آئیں گے بلکہ کمینہ پنی اور بے حیائی کے کاموں کی طرف اس کا رجحان زیادہ ہوگا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اکل حلال کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی بارگاہ میں اپنے خاص فضل و کرم سے قبول فرمائے۔ (آمین)

خطۂ صالحین میں

دیوبند کے اُس قبرستان میں جہاں مولانا نانوتوی، مولانا شیخ الہند، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اور مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم کے مزارات ہیں۔

احسان دانش

اللہ اللہ اس زمین کی کس قدر توقیر ہے
صرف روحوں کے لئے گنجائش تقریر ہے

میں تمہیں زندہ سمجھتا ہوں بایں وصفِ حیات
ہیں ادھر کے کار ناممکن اُدھر کے ممکنات

روح سے آگے بدن پرواز کر سکتا نہیں
وقت کی تقلید میں انسان مر سکتا نہیں

وقت کی گردش کو کچھ پیچھے ہٹانا ہے مجھے
قوم کے ماضی کو مستقبل بنانا ہے مجھے

گرچہ میرے شعر کی ہے کرۂ ارضی پہ دھوم
نطق سے کوسوں ہیں ناگفتہ خیالوں کے ہجوم

ہے دعاؤں کا ابھی محتاج میرا ابرِ عمل
میرے منصوبوں کے پودے ہیں ابھی بے پھول پھل

فکر ہے میرا فقط میری بلندی تک رسا
حد سے باہر ہے تصور کے پرے کا راستہ

بخش دی ناکارگی اس عالمِ اسباب نے
میری شیرینی میں تلخی جھونک دی احباب نے

ورنہ میں اور اس قدر دیوانۂ رنگ و نمو
میرے سر پر بولتا ہے میری قسموں کا لہو

میری امیدوں کے رستے الحفیظ و الاماں
کچھ کبیلوں کے لہو ہیں کچھ چتاؤں کا دھواں

مولوی بزدل ہے صوفی کیفِ قوالی میں مست
شاعروں کا ظرف ناقص شعر کا معیار پست

لیڈری گمراہ، مذہب ناتواں، حکمت علیل
جابجا ٹوٹی ہوئی ناموسِ ہستی کی فصیل

گرچہ ہر مشکل سے ٹکرانے کی عادت ہے مجھے
پھر بھی روحانی توجہ کی ضرورت ہے مجھے

عزمِ مستحکم، جلالِ خودنگر درکار ہے
اک دلِ آگاہ، اک بالغ نظر درکار ہے

اپنی حشر انگیز آوازیں عطا کر دو مجھے
اپنے بازو، اپنی پروازیں عطا کر دو مجھے

تم سے ورثہ چاہتا ہوں سیرت و کردار کا
صرف میں حق دار ہوں اس دولتِ بیدار کا

اپنے ہاتھوں سے بساطِ غم الٹنی ہے مجھے
سر پھرے سنسار کی کایا پلٹنی ہے مجھے

مجلس ذکر مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات مطابق ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی۔

موت اور افلاس میں خیر کا پہلو

مرتبہ ــــ خالد سلیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی
امّا بعد

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر مجلس ذکر کے بعد کتاب و سنت کی روشنی میں اصلاح حال کے لئے کچھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں۔

آج میں دو حدیثیں موت اور افلاس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ قَالَ اِثْنَانِ یَکْرَھُھُمَا ابْنُ اٰدَمَ یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَۃِ وَیَکْرَہُ قِلَّۃَ الْمَالِ وَقِلَّۃُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ۔

(رواہ احمد)

محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، دو چیزیں ایسی ہیں جن کو آدمی ناپسند ہی کرتا ہے حالانکہ ان میں اس کے لئے بڑی بہتری ہے) ایک تو وہ موت کو پسند نہیں کرتا حالانکہ موت اس کے لئے فتنہ سے بہتر ہے۔ اور دوسرے وہ مال کی کمی اور ناداری کو پسند نہیں کرتا، حالانکہ مال کی کمی آخرت کے حساب کو بہت مختصر اور ہلکا کرنے والی ہے۔

عفیف عیالدار مفلس بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ عَبْدَہُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِیْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ۔ (رواہ ابن ماجہ)

عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کو اپنا وہ بندہ بہت پیارا ہے جو غریب وفادار اور عیال دار ہو اور اس کے باوجود باعفت ہو۔

عام طور پر دو چیزیں ایسی ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ ان کی آرزو نہیں کرتا۔ ہر مومن، کافر آج کل عمر کے بڑھ جانے کو پسند کرتا ہے۔ قرآن نے فرمایا کہ یہودی ہزار برس کی عمر چاہتے ہیں لیکن اگر ان کو اتنی عمر دے بھی دی جائے تو پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے۔ یہودی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محبوب اور چہیتا سمجھتے تھے۔ قرآن نے کہا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو تو موت کی آرزو کیوں نہیں کرتے تاکہ تم اللہ تعالیٰ سے جلدی جا ملو۔ اصل بات ہے کہ یہودی اپنی کرتوتوں کو جانتے تھے اور انہیں علم تھا کہ ان کی ہیں سزا ملنی ہے۔ اس لئے وہ موت کی آرزو نہیں کرتے۔

آج ہمارا بھی یہی حال ہے ہمیں آخرت بالکل بھول گئی ہے۔ اگر آخرت کا کچھ خیال ہے بھی تو اس قدر گناہوں اور عیش و عشرت میں مبتلا ہیں کہ ان سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا اسی لئے موت سے گھبراتے ہیں۔ حالاں کہ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے صدق دل کے ساتھ معافی مانگ کر آخرت کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر ترجیح دیتے لیکن آج اکثر مسلمانوں کا معاملہ الٹ ہے۔

حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ

ترجمہ۔ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

آج مالداروں اور دنیا داروں کے لئے یہ دنیا جنت اور غریبوں اور مفلسوں کے لئے دوزخ ہے۔ دنیا میں ہر ایک آمدنی بڑھانے کی فکر میں ہے اور اس کے لئے ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرتا ہے۔ لیکن اعمال صالحہ بڑھانے کا فکر یا خیال تک نہیں حالانکہ جس کا مال کم ہوگا اس کا حساب بھی کم ہوگا اور اگر مال زیادہ ہوگا تو حساب بھی لمبا چوڑا ہوگا اور اسی طرح غلطیاں بھی زیادہ ہوں گی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ جب موت آئے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ مومن موت کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔

حضرتؒ سالہا سال سے رات کو تنہائی میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تجھ سے راضی ہوں۔ مجھے جب چاہے۔ اپنے پاس بلا لے انہوں نے ہر معاملہ صاف کر رکھا تھا۔ سارے حساب کتاب چکا دیتے تھے۔ ہر سال حج و عمرہ کے لئے جاتے تو احرام کو کفن بنا لیتے اور اپنے دست مبارک سے خود اس پر لکھتے کہ یہ احمد علی کا کفن ہے۔

آج ہم لوگوں کا معاملہ برعکس ہے موت ہمارے لئے مصیبت ہے اور اس کو منحوس سمجھا جاتا ہے اور ایسے ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں کہ توبہ! اللہ کی پناہ۔ مثلاً بے وقت کی موت۔ موت کے بے رحم ہاتھ وغیرہ۔

یہ بالکل کافرانہ عقیدہ اور یہودیانہ طریقہ ہے۔ جس طرح وہ موت کے آنے سے ڈرتے تھے اور اسے منحوس اور مصیبت سمجھتے تھے۔ آج ہم اکثر مسلمانوں کا یہی حال ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سچ فرمایا کہ میری امت ضرور ضرور یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلے گی۔

آج چیف جسٹس کیانی کا انتقال ہو گیا ہے۔ گورنروں، بیرسٹروں ہر طرف سے یہ بیانات آ رہے ہیں کہ موت کے بے رحم ہاتھوں نے اسے دبوچ لیا ہے حالانکہ شرعاً ایسا کہنا ناجائز ہے۔

سر سید احمد خاں کے بیٹے سید محمود وکیل کا مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک مقدمہ میں ایک کو پھانسی ہو گئی۔ اس نے کہا کہ اتنے ہزار روپیہ لوں گا اور اسے پھانسی سے بچا لوں گا۔ وعدہ ہو گیا۔ عین وقت پر جب اسے پھانسی ملنے لگی تو اس نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ اسے پھانسی نہ دو۔ وہ ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا کہ اسے کوئی قانون پھانسی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ پھانسی کا وقت مقررہ گزر چکا ہے ججوں کی تحریر موجود ہے کہ مجرم کو اتنے بج کر اتنے منٹ پر پھانسی دی جائے سب جج اور وکلاء حیران ہو گئے اور وہ بری ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے قانون میں ترمیم کی کہ اگر کسی وجہ سے وقت مقررہ پر پھانسی نہ دی جا سکے تو بعد میں پھانسی دی جا سکتی ہے۔

(باقی ص ۱۸ پر)

تاریخ اسلام

مردِ خدا

خواجہ فضیل ابن عیاض خراسان کے رہنے والے تھے۔ اوائل عمر میں ڈاکو تھے۔ تسبیح گلے میں ڈال کر چوروں کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ لوٹ کے مال کی تقسیم اُن کے سپرد تھی۔ نماز با جماعت کے بھی سختی سے پابند تھے۔ ایک عورت سے عشق بھی تھا۔ تقسیم کے مال سے جو حصہ ملتا وہ سب اسی کو دے دیتے۔ ایک دن کسی قافلہ کو لوٹنے کے لئے نکلے راستہ میں قرآن مجید کی ایک آیت کان میں پڑی۔ ایسا اثر ہوا کہ لوٹ مار سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی۔ کوفہ میں آکر امام ابوحنیفہؒ کی شاگردی اختیار کی اور عزلت اختیار کر کے یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

ایک دفعہ تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے کہ خلیفہ ہارون الرشید ملاقات کے لئے ان کے مکان پر آیا۔ دروازے پر دستک دی۔ آپ نے پوچھا کون ہے؟ فضیل برمکی خلیفہ کے ہمراہ تھا۔ وہ بولا۔ "امیرالمومنین آئے ہیں"۔

فضیل بولے۔ "اُسے مجھ سے اور مجھے اس سے کیا کام؟" فضیل نے کہا۔ "امیر کی اطاعت واجب ہے"۔..... چنانچہ بادلِ نخواستہ اُٹھے، چراغ گل کیا اور دروازہ کھولا۔ ہارون الرشید نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا آپ نے اس کے نرم ہاتھ کو محسوس کر کے فرمایا، کتنا اچھا ہاتھ ہے۔ کاش یہ آتشِ دوزخ سے خلاصی پاتے"..... ہارون یہ سن کر رونے لگا۔ پھر عرض کیا۔ "مجھے کچھ نصیحت فرمائیں"...... آپ نے فرمایا۔ تمہارے باپ حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ جب انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے بھی کسی قوم پر امیر بنا کر بھیجیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ کے لئے طاعتِ حق بہتر ہے"۔

ہارون نے کہا۔ "مزید نصیحت فرمائیں" آپ نے فرمایا۔ "جب عمر بن عبدالعزیزؒ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کی گئی تو آپ نے سالم بن عبداللہ اور محمد بن کعب کو بلا کر کہا کہ میں اس مصیبت میں ڈالا گیا ہوں، مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ انہوں نے جواب دیا اگر تم قیامت میں نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو بوڑھوں کو باپ کی طرح، جوانوں کو بھائی کی طرح، بچوں کو اپنی اولاد کی طرح اور عورتوں کو اپنی بہنوں کی طرح سمجھو۔

جب یہ نصیحتیں سن کر ہارون جانے لگا تو ہزار دینار کی تھیلی آپ کو پیش کی۔ آپ نے تھیلی دیکھ کر فرمایا۔ "ہارون! میری یہ نصیحتیں تیرے کام نہ آئیں اور تو نے اسی جگہ سے ظلم کرنا شروع کر دیا، جہاں میں تمہاری نجات چاہ رہا ہوں، اور تم مجھے بلا میں پھنسا رہے ہو۔ یہ فرمایا اور اُٹھ کھڑے ہوتے۔ ہارون چلا گیا۔ باہر نکل کر وزیر فضیل برمکی سے کہا۔ درحقیقت مردِ خدا فضیل برمکیؒ ہی ہیں"۔

حقیقی سلطنت

عبداللہ بن مبارکؒ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں بہت بڑے فقیہہ اور حدیث میں ثقہ مانے جاتے تھے زہد و ریاضت اور علم و فضل میں یگانہ تھے۔ عام و خاص میں وہ قبولیت حاصل کی کہ کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہ ہوئی۔

ایک دفعہ آپ رقہ گئے۔ اہلِ رقہ کو آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو جوق در جوق زیارت کے لئے حاضر ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف افراد کا ہجوم ہو گیا۔

ان دنوں عباسی خلیفہ ہارون الرشید بھی رقہ میں آیا ہوا تھا اور اس کی ملکہ بھی ساتھ تھی۔ ملکہ نے عبداللہ بن مبارکؒ کا ایسا شاندار استقبال اور اتنی مقبولیت دیکھ کر پوچھا۔..... یہ کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ خراسان کے مشہور عالم دین عبداللہ بن مالک ہیں"۔

ملکہ بولی: درحقیقت سلطنت اس کا نام ہے کہ لوگ خود بخود زیارت کو ٹوٹے پڑتے ہیں۔ ہارون کی حکومت بھی کوئی حکومت ہے کہ سپاہیوں کے بغیر ایک شخص بھی حاضر نہیں ہو سکتا ہے"۔

امانت میں خیانت

داؤد ظاہریؒ مدینہ کے ایک عالم فاضل تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ کے قاضی نے عید کے روز انہیں دیکھا کہ چوکر بھگو کر کھا رہے ہیں۔ قاضی نے ان کے پڑوسی سے جو بہت دولتمند اور سخی تھا شکایت کی کہ آپ اپنے پڑوسی کا خیال نہیں رکھتے۔ پڑوسی کہنے لگا میں نے کل ایک ہزار درہم انہیں بھیجے تھے۔ مگر انہوں نے درہم لے جانے والے ملازم کو تھیلی سمیت واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ تم مجھے کس آنکھ سے دیکھتے ہو اور میری کونسی حاجت کا خیال آیا کہ یہ رقم تم نے میرے پاس بھیجی۔ پڑوسی نے قاضی سے کہا کہ اب آپ بتائیں میں کیا کروں......؟

قاضی نے کہا کہ تم رقم مجھے بھیج دو میں انہیں دے آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے قاضی کو ایک ہزار درہم کے بجائے دو ہزار درہم دئے۔ جب قاضی نے داؤد ظاہری کی خدمت میں جا کر تھیلی پیش کی تو انہوں نے فرمایا "میں نے تمہیں عالم سمجھ کر اندر آنے دیا۔ تم نے میری اندرونی کیفیت کا حال دوسرے شخص پر ظاہر کر کے امانت میں خیانت کی ہے"۔

قاضی یہ جواب سُن کر تھیلی اٹھا چپ چاپ واپس آ گیا

جواب باصواب

حجاج بن یوسف نے ایک مرتبہ امیر محمد حنیفہؒ کو ایک سخت خط لکھا جس سے امیر پر حجاج کے عتاب کا اظہار ہوتا تھا۔ امیر محمد حنیفہؒ نے خط کے جواب میں حجاج کو لکھا کہ:۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت سی نظریں رکھتی ہے۔ ان نظروں میں سے ایک نظر بھی میری طرف ہو گئی تو آپ کی سزا کا مجھے خوف نہ ہوگا اور رحمت کی طرح خدا کا غضب بھی کئی نظریں رکھتا ہے ان میں سے اگر ایک نظر بھی تمہاری طرف ہو گئی تو اپنی جان بچانی مشکل ہو جائے گی۔

حجاج یہ خط پڑھ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

بحالی

محمد بن اسحاق خوزستان کا حاکم تھا۔

اس کا وزیر عقل مند، دیانتدار اور اعلیٰ منتظم تھا۔ اپنے عہدِ وزارت میں اس نے علاقے کا بہترین انتظام کیا۔ ملک کو سرسبز اور لوگوں کو خوشحال بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ بدقسمتی سے اس کے بہت سے حاسد پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے اس کے خلاف حاکم کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم نے اسے عہدۂ وزارت سے برطرف کر دیا، اور اس کی تمام جائیداد اور جاگیر ضبط کر لی۔ اب وزیر مفلسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گیا۔

کچھ مدت کے بعد اس نے حاکم کو لکھا کہ میں نے اپنے عہد میں سلطنت کا کام بڑی اچھی طرح انجام دیا۔ اپنے فرائض میں میں نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اب جب کہ حضور نے مجھے برطرف کرکے میری تمام املاک پر قبضہ کر لیا ہے۔ میرے لئے گذارے کی بھی کوئی صورت نہیں۔ اتنا کر دیجئے کہ مجھے کوئی اجڑا ہوا گاؤں یا غیر آباد زمین عنایت کر دیں تاکہ میں اسے آباد کرکے گزراوقات کر سکوں۔

حاکم نے وزیر کی بدحالی کا احساس کرتے ہوئے اس کی درخواست قبول کی اور اسے کہلا بھیجا کہ تم خود کوئی اس قسم کا گاؤں یا زمین پسند کرکے بتاؤ، میں تمہیں دے دیتا ہوں.....

وزیر نے جواباً عرض کیا کہ میری یہ حیثیت نہیں کہ میں خود کوئی جگہ پسند کروں۔ حضور خود اپنے وزیروں سے دریافت فرما کر کوئی سا غیر آباد قطعۂ زمین یا گاؤں دے دیں۔

چنانچہ امیر محمد بن اسحٰق نے محکمۂ وزارت کو حکم دیا کہ کوئی اجڑا ہوا گاؤں یا قطعہ زمین سابق وزیر کو بخش دیا جائے۔ محکمہ وزارت نے سارے علاقے کی چھان بین کی مگر کوئی گاؤں یا قطعہ زمین اجڑا ہوا نظر نہ آیا۔ چنانچہ انہوں نے حاکم کو اطلاع دی کہ سب گاؤں اور تمام زمین آباد ہیں اور غیر آباد جگہ کہیں بھی نہیں ملی۔ اس پر حاکم نے حکم دیا کہ سابق وزیر کو کوئی آباد گاؤں دے دیا جائے۔

جب سابق وزیر کو یہ حکم نامہ ملا تو اس نے حاکم کو جواباً لکھا کہ:

"مجھے کسی ویران گاؤں یا غیر آباد زمین کی حاجت نہ تھی۔ میں نے تو اس بہانے حضور کو صرف یہ بتانا چاہا کہ میں نے اپنے دورِ وزارت میں سارے ملک میں چپہ بھر اجڑی جگہ نہیں چھوڑی سب علاقہ آباد کر دیا ہے۔ لہٰذا حضور جس شخص کو میری جگہ وزیر بنائیں اُسے بھی یہ ہدایت کر دیں کہ وہ بھی میری ہی طرح اپنے فرائض انجام دے۔"

سابق وزیر کا جواب پا کر حاکم حیران رہ گیا۔ اپنی حرکت پر سخت نادم ہوا اور اسے لکھا کہ مجھے ملک بھر میں تم سے زیادہ اہل کوئی نظر آتا۔ لہٰذا تم اپنی جگہ واپس آ جاؤ اور قلمدانِ وزارت سنبھال لو۔

مولانا فضل حق خیر آبادیؒ

مولانا مستقیم احسن حامدی (فاضل دیوبند)

بُرا ہو تاریخ کا اس نے اپنے حافظہ سے ایسی ایسی جانباز، حق گو، بہادر اور جامع کمالات شخصیتوں کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا۔ جنہوں نے اپنے دور میں وقت کے تیز و تند طوفانوں سے بے خوف وخطر ٹکر لی اور پیٹھ نہیں دکھائی۔ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے ان جواں مرد اور نڈر مجاہدین میں سے تھے، جن کی جرأت و ہمت اور حق گوئی و بے باکی سے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ مگر تاریخ کے صفحات میں ان کو شایان شان کیا کوئی معمولی جگہ بھی نہیں مل سکی۔

مولانا فضل حق خیر آبادیؒ ۱۷۹۷ء میں قصبہ خیر آباد میں پیدا ہوئے اور ۱۸۶۱ء میں جزیرہ انڈمان میں بحالت نظر بندی وفات پائی۔ یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے بڑا ہی پُرفتن اور پُرخطر تھا۔ ممکن ہے جسے صرف اپنی فکر رہی ہو، وہ کسی قدر مطمئن بھی رہا ہو مگر اس شخص کو کسی طرح بھی اطمینان کا سانس لینا نصیب نہیں تھا جو اپنے بعد ہندوستان کو بیرونی تسلط سے پاک اور اسلام کو باقی رکھنا چاہ رہا ہو اور اپنی ہی طرح اپنے اہل وعیال کو بھی اسلامی تہذیب و تمدن میں دیکھنا چاہتا رہا ہو۔

ہندوستان پر دن بدن انگریزوں کا قبضہ ہوتا جا رہا تھا اور مسلمانوں کی قوت و سطوت پاش پاش ہوتی جا رہی تھی اور سب سے بڑی ٹریجڈی یہ تھی کہ ابھی تک مسلمانوں کو اس کا احساس تک نہیں ہو سکا تھا اور ان کی آنکھیں کھلتیں تو کیا وہ اور بھی غفلت کی نیند سوتے جا رہے تھے۔ ایسی حالت تھی جس پر کسی نے کہا تھا ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہندوستان میں مسلمانوں کے اقتدار میں ۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی سے گھن لگنا شروع ہوا مولانا مرحومؒ کی ولادت کے سال ۱۷۹۹ء میں میسور کی جنگ چھڑی اور ننگ آدم، ننگ دین ننگ وطن میر صادق کی غداری اور دغا بازی نے شیر میسور سلطان ٹیپو کو جام شہادت نوش کرا دیا۔ اس شیر کی شہادت سے پورے ملک کے مسلمانوں میں مایوسی کی ایک لہر دوڑ گئی اور ان کے حوصلے اور ولولے سرد پڑ گئے۔ اس کے بعد بھی متعدد واقعات پیش آئے جن سے ان کی ساری قوت ختم ہو گئی پھر ۱۸۰۶ء میں جب اکبر شاہ ثانی کی تخت نشینی عمل میں آئی تو رہی سہی شان و شوکت بھی خاک آلود ہو گئی۔

اقتدار والوں کو تو اپنا اقتدار عزیز تھا یا اپنی جان اور اولاد کی فکر تھی۔ لیکن علمائے اسلام اور اولیائے عظام کو ملک کے ساتھ ساتھ اس اسلام کے مستقبل کی فکر تھی جو ان کی نظروں میں دنیا کی ہر شئی سے عزیز تر تھا اور اب جو اپنے قدیم ترین دشمن کے ہاتھوں میں مجبور اور لاچار نظر آ رہا تھا۔ حساس انگریزوں نے ماتھے کی لکیریں پڑھ لیں کہ مقتدر طبقہ سے زیادہ ان مولویوں اور ملاؤں کا خوف ہے جو اسلام کی حقانیت پر اور اس کے بقا کے لئے پروانہ وار نثار ہو رہے ہیں اس کے انہوں نے علما کے طبقہ میں اپنی (DIVAID AND RUL) لڑاؤ اور حکومت کرو والی چال چلی اور کچھ شکم پرست اور ملت فروش عالموں کو توڑ بھی لیا مگر ولی اللّٰہی خاندان جس کے ہاتھوں میں دیندار طبقے کی قیادت تھی وہ کب ان کے ہاتھوں میں آنے والا تھا اس نے ہر ہر طرح سے انگریزوں کا بائیکاٹ کیا۔ امت کے منتشر شیرازوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں جمع کر کے متعدد مقامات پر جنگیں بھی کیں۔ علم وفن کی مسندوں پر شب و روز جلوہ گر رہنے والے اور درس و تدریس سے وابستہ رہنے والے ان بزرگوں نے میدان کو خالی دیکھ کر مجاہد بن کر میدان کو زینت بخشی اور جنگی فوجوں کی اس پامردی اور بے جگری سے قیادت کی کہ بارہا دشمن کی ٹڈی دل فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔

مولانا فضل حق خیر آبادیؒ جو نسبی حیثیت سے بھی ولی اللّٰہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے (سولہویں پشت میں حضرت علامہ کا نسب نامہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نسب نامہ میں جا کر مل جاتا ہے) اور اسی گھرانہ میں تعلیم و تربیت بھی پائی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب جو "شہیدین سعیدین" کے استاذ تھے حضرت مولانا فضل حق خیر آبادیؒ نے بھی انھیں سے علوم دینیہ کی تکمیل کی تھی حضرت مولانا موصوف نے اپنے خاندان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اگر شہیدین اور مولانا عبدالحی رحمہم اللہ وغیرہم نے جہاد بالسیف اور مولانا محمد یعقوب صاحب وغیرہ نے ہجرت وطن کا فریضہ انجام دیا۔ تو مولانا فضل حق خیر آبادی نے افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جابر" کا فریضہ ادا کیا اور اپنی عمر عزیز انڈمان میں حبس دوام کی نذر کر دی۔

ہندوستان پر مسلط ہوتے ہی انگریزوں نے ہندوستانی تہذیب و تمدن اور مذہب و ملت کو بھی تخت و تاراج کرنا چاہا۔ بڑے وسیع پیمانے پر پورے ملک میں تبلیغ عیسائیت کا جال بچھا دیا۔ مشنریز، مدارس، ہسپتال اور دیگر تمام پبلک اداروں سے عیسائیت کا زہر ہندوستانی باشندوں کو حلق سے اتارا جانے لگا اور صرف یہی نہیں بلکہ سرکاری اور نیم سرکاری طور پر ترغیب و ترہیب اور گاہے گاہے جبر و ظلم بھی کیا جانے لگا۔ چنانچہ ۱۸۵۹ء میں ان تمام سرکاری عہدیداروں کے نام جو ہندوستان کے باشندے تھے ایک گشتی چٹھی بھیجی گئی کہ:۔

"برٹش راج میں تمام ہندوستان
میں ایک عملداری ہو گئی ہے۔
تار برقی سے سب جگہ کی خبر
ایک ہو گئی۔ ریلوے سڑک سے سب
جگہ کی آمد و رفت ایک ہو گئی
مذہب بھی ایک چاہئے اس لئے
مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہو جاؤ۔"

خصوصیت سے اسلام پر ان کی نظر زیادہ تھی اس لئے اسلامی تاریخ کو مسخ کر کے انتہائی بھیانک اور ڈراؤنا بنا کر پیش کیا اور روادار مسلم حکمرانوں کا سلوک دوسرے مذاہب کے ساتھ انتہائی وحشیانہ اور جابرانہ بنا کر دکھایا اور ہندوستان کے مختلف مذاہب کو ایک دوسرے سے ٹکرا دیا۔ اور ہمیشہ کے لئے فرقہ وارانہ فسادات کا بیج بو دیا جس کے پھل آج تک مل رہے ہیں۔

شاہ اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید رحمہم اللہ وغیرہما نے جہاد بالسیف کر کے جام شہادت نوش فرمایا۔ مولانا رحمت علی کیرانوی ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادیؒ وغیرہما نے پادریوں

سے مناظرے کرکے ان کی قوت توڑی۔ مولانا محمد اسحٰق اور مولانا محمد یعقوب وغیرہما نے ہجرت کرکے انگریزوں کا بائیکاٹ کیا اور علامہ فضل حق خیرآبادیؒ وغیرہ نے انگریزوں کے خلاف فتاوے دے کر مسلمانوں کو عدم تعاون پر تیار کیا۔ لیکن ظلم و جور کی ایک مسلح طاقت کے سامنے یہ چند ناتواں اور نحیف شخصیتیں کیا کرسکتی تھیں یا یوں کہئے کہ قدرت کا فیصلہ یہی تھا تو ان کی مساعی بار آور کیونکر ہوسکتی تھیں۔ بالآخر انگریزوں کا قبضہ ہو کر رہا اور ان بہادران ملک و ملت کے ساتھ انگریزوں نے وہ سلوک کیا کہ اس دور تہذیب و تمدن میں اس پر شرم سے اپنی گردن جھک جاتی ہے علماء و امراء اور خواص و عوام کی تباہی کی داستان بڑی طویل ہے۔ لاتعداد مجاہدین کو تختۂ دار پر چڑھایا گیا۔ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد کو گوڑگاؤں وغیرہ میں قربانی کے جانور کی طرح ذبح کر دیا گیا۔ کتنے معصوم بچوں کو پیروں تلے روندا گیا۔ اور کتنی عفیف بی بیاں ان کے منہ کی سیاہی کا سامان بنیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ہندوستانی باشندوں کو جلا وطن کر دیا گیا۔ سید اسمٰعیل حسین، منیر شکوہ آبادی، مفتی کفایت احمد کاکوروی، مفتی مظہر کریم دریابادیؒ وغیرہم کے لئے کالے پانی کی سزا تجویز ہوئی۔

مولانا فضل حق خیرآبادی بھی "باغی" قرار دیئے گئے۔ سلطنت مغلیہ کی وفاداری یا فتوےٰ جہاد کی پاداش یا بجرم بغاوت میں مولانا ماخوذ کرکے سیتاپور سے لکھنؤ لائے گئے۔ مقدمہ چلا، مولانا موصوف کے فیصلہ کے لئے جیوری بیٹھی، ایک اسیسر نے واقعات سن کر بالکل چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ سرکاری وکیل کے مقابل مولانا موصوف خود بحث کرتے تھے۔ بلکہ لطف یہ تھا کہ چند الزام اپنے اوپر خود قائم کئے اور پھر مثل تار عنکبوت عقلی و قانونی دلائل سے توڑ دیئے۔ جج یہ رنگ دیکھ کر پریشان تھا اور ان سے ہمدردی بھی تھی۔ جج نے صدر الصدوری کے عہد میں مولانا سے کچھ عرصہ کام بھی سیکھا تھا وہ مولانا کی عظمت و تبحر سے بھی واقف تھا۔ وہ دل سے چاہتا تھا کہ مولانا بری ہو جائیں۔ کرے تو کیا کرے ظاہر یہ ہو رہا تھا کہ مولانا بری ہو جائیں گے، سرکاری وکیل لاجواب تھے...... اور پیروکار مقدمہ منشی کرم احمد خیرآبادی نے خیرآباد میں خط بھی لکھ دیا تھا کہ انشاء اللہ مولانا بری ہو جائیں گے۔ اب آپ لوگ مولانا کی آمد آمد کا انتظار کیجئے۔

مولانا کا یہ انداز دیکھ کر جس مخبر نے فتوے کی خبر پہنچائی تھی اپنے بیان کی تکذیب کر دی اور یہ کہا کہ فتویٰ دینے والے یہ فضل حق نہیں ہیں بلکہ وہ کوئی دوسرے شخص ہیں۔

لیکن شیر اپنی ایک گھنٹہ کی زندگی پر گیدڑ کی سو سالہ زندگی کو کبھی ترجیح نہیں دے سکتا ہے

آئین جوانمردی حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

دوسرے دن جو فیصلہ کا دن تھا مولانا نے اپنے اوپر عائد کئے تمام الزامات کو ایک ایک کرکے رد کر دیا لیکن فتوے کی تصدیق کی۔ فرمایا کہ:

"پہلے گواہ نے سچ کہا تھا اور رپورٹ بالکل صحیح لکھوائی تھی۔ اب عدالت میں میری صورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور جھوٹ بول گیا۔ وہ فتویٰ صحیح ہے۔ میرا لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری یہی رائے ہے۔"

مولانا کا یہ اقرار سن کر جج تڑپ کر رہ گیا۔ مگر اب گنجائش ہی کیا باقی رہ گئی تھی۔ عدالت نے بادلِ ناخواستہ حبس دوام کا فیصلہ سنا دیا اور آپ نے کمال مسرت و خندہ پیشانی سے اس بیان کو سنا بس پھر کیا تھا آپ جزیرہ انڈمان روانہ کر دئے گئے۔ کیونکہ انگریزوں کے مذہب میں حق گوئی اور راست بازی ایسا جرم ہے جو کبھی معاف نہیں ہو سکتا۔

مولانا ایک بہت ہی بلند پایہ عالم تھے جزیرہ میں پہنچ کر بھی آپ کی علمی سرگرمیاں قائم رہیں۔ وہاں کا سپرنٹنڈنٹ ایک شریف انگریز تھا۔ مشرقی علوم اور خصوصاً فن ہیئت سے بڑی دلچسپی رکھتا تھا۔ مولانا کو پا کر بہت خوش ہوا۔ وہ آپ کی بڑی عزت کیا کرتا تھا۔ مولانا نے جزیرہ میں دو کتابیں تصنیف فرمائیں (۱) "الثورة الهندية" جس کا اردو ترجمہ مولانا کی سوانح کے ساتھ محمد عبدالشاہد خاں شیروانی نے مدینہ بجنور سے شائع کرایا ہے۔ (۲) قصائد "فتنۃ الہند" ان کتابوں میں مولانا نے بہترین ادبی عربی زبان میں ہندوستان میں بغاوت کے اسباب اور اس کے نتائج بیان فرمائے ہیں اور انڈمان میں ان بزرگوں کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا تھا اس کی تفصیل بھی لکھی ہے۔

مولانا جس دن انڈمان روانہ کئے گئے اسی دن مولانا کے صاحبزادوں اور اعزاء نے مولانا کی رہائی کے لئے اپیل دائر کر دی تھی۔ وہ اپیل دو ڈھائی سال کے بعد ۱۸۶۱ء میں منظور ہو گئی۔ رہائی کا پروانہ حاصل کرکے علامہ کے بڑے صاحبزادے مولانا شمس الحق صاحب انڈمان روانہ ہوئے وہاں جہاز سے اتر کر شہر میں گئے تو دور ہی سے ایک جنازہ نظر پڑا جو بڑی دھوم دھام سے چلا آ رہا تھا۔ اور اس کے پیچھے ایک جم غفیر تھا۔ قریب پہنچ کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کل ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء کو ہندوستان کے مجاہد جلیل حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی واصل بحق ہو گئے اب سپرد خاک کرنے جا رہے ہیں۔ مولانا کے صاحبزادے بھی بصد حسرت و یاس شریک تدفین ہوئے اور ناکام واپس لوٹ آئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مولانا کی روح آزاد نے شاید اس کو پسند نہیں کیا کہ وہ انگریزوں کا احسان اٹھا کر پھر دوبارہ اس محکوم اور غلام ملک میں جائیں اور اپنی آنکھوں سے اسلام کی تباہی و بربادی اور وطن عزیز کی تاراجی دیکھیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

پروفیسر خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی
مرتبہ: فخرالدین صدیقی عفی عنہ (جنرل سیکرٹری)

(۳)

آج بتاریخ ۴ نومبر ۱۹۶۲ء بوقت سوا چار بجے باغ بیرون کشمیری گیٹ میں مجلس تہذیب اسلامی کے زیر اہتمام مولانا خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی پروفیسر اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور نے درس قرآن دیا۔ (جنرل سیکرٹری)

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلٰى
دَلْوَهٗ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ وَأَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ
دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝
وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ
عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا
لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ
وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَكَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ
نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ
قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا
يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا
لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ
عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝
وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا
سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ
سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالَ هِيَ
رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ
قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ
فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ
قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَ
كُنَّ عَظِيْمٌ ۝ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ
لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝ وَقَالَ نِسْوَةٌ
فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ
قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

سورہ یوسف پارہ ۱۲ رکوع ۱۴

ترجمہ: اور آیا ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پانی بھرنے والا، اُس نے لٹکایا اپنا ڈول کہنے لگا کہ خوشی کی بات ہے، یہ ہے ایک لڑکا اور چھپا لیا اس کو تجارت کا مال سمجھ کر۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور بیچ آئے اس کو بھائی ناقص قیمت کی گنتی کی چونیاں اور ہو رہے تھے اس سے بیزار اور کہا جس شخص نے خرید کیا اس کو مصر سے اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اس کو شاید ہمارے کام آئے اور اس واسطے کہ اس کو سکھائیں کچھ ٹھکانے پر بٹھانا باتوں کا اور اللہ طاقتور رہتا ہے اپنے کام میں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور جب پہنچ گیا اپنی قوت کو دیا ہم نے اس کو حکم اور علم اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ہم نیکی کرنے والوں کو اور پھسلایا اس کو اس عورت نے جس کے گھر میں تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کر دیئے دروازے اور بولی شتابی کر کہا خدا کی پناہ وہ عزیز مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو بے شک بھلائی نہیں پاتے جو لوگ کہ بے انصاف ہوں۔ اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا اور اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی یوں ہی ہوا تاکہ ہٹائیں ہم۔ اس سے برائی اور بے حیائی. البتہ وہ ہے ہمارے برگزیدہ بندوں میں اور دونوں دوڑے دروازے کو اور عورت نے چیر ڈالا اس کا کرتہ پیچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازے کے پاس۔ بولی اور کچھ سزا نہیں ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید میں ڈالا جائے یا عذاب دردناک۔ یوسف بولا اس نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تھاموں اپنی جی کو اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے۔ اگر ہے کرتہ اس کا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ ہے جھوٹا اور اگر ہے کرتا اس کا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے پھر جب دیکھا عزیز نے کرتا اس کا پھٹا ہوا پیچھے سے کہا بے شک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا۔ البتہ تمہارا فریب بڑا ہے۔ یوسف جانے دے اس ذکر کو اور عورت تو بخشوا اپنا گناہ۔ بے شک تو ہی گنہگار تھی اور کہنے لگیں عورتیں اس شہر میں عزیز کی عورت خواہش ظاہر کرتی ہے۔ اپنے غلام سے اس کے جی کو فریفتہ ہو گیا اس کا دل اس کی محبت میں۔ ہم تو دیکھتے ہیں اس کو صریح خطا پر۔

(شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ)

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ ایک قافلہ اس وادی دوتین میں آکر رکتا ہے اور انہیں پیاس لگی۔ چنانچہ ضرورت تلاش پر آمادہ کرتی ہے اور وہ تلاش کرتے کرتے اسی کنوئیں میں آ پہنچتے ہیں جس میں حضرت یوسف علیہ السلام ہوتے ہیں۔ ایک آدمی ڈول لٹکاتا ہے اور وہ اسے پکڑ لیتے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے باہر آجاتے ہیں۔ جب وہ اس حسین و جمیل اور سڈول ڈیل ڈول بدن والے نوجوان کو دیکھتے ہیں تو نہایت خوش ہوتے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اب اس غلام کی اچھی قیمت ملے گی۔ کیونکہ اس وقت غلاموں کی خرید و فروخت کا رواج عام تھا۔ اب کسی طرح ان کے بھائیوں کو بھی پتہ چل جاتا ہے اور وہ قافلہ والوں کے پاس آکر کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا غلام ہے۔ یہ بھاگ کر یہاں آگیا ہے۔ قصہ مختصر یہ نہایت ہی تھوڑی قیمت ان سے وصول کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اسی طرح قافلہ والوں کو بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ لوگ ان کے بھائی ہیں۔

جب قافلہ روانہ ہوتا ہے تو سیدھا مصر کی غلام منڈی میں پہنچتا ہے جہاں عزیز مصر کے کارندے بھی موجود ہوتے ہیں۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید کر شاہی محلات میں لے جاتے ہیں۔ ذرا تدبیر الٰہی ملاحظہ کیجیے کہ کہاں سے چل کر کہاں پہنچ جاتے ہیں حتیٰ کہ عزیز مصر ان کی نگہداشت کا خاص خیال رکھتا ہے۔ اب وہ اسی محل میں سیاسیات مصر

کے نشیب و فراز سے آگاہ ہوتے ہیں۔

چونکہ عورت فطرتاً کج رو ہے۔ عزیز مصر کی بیوی حضرت یوسفؑ کی جوانی اور قد وقامت پر فریفتہ ہوتی ہے۔ ایک دن عزیز مصر شکار کی غرض سے باہر جاتا ہے تو اس کی بیوی کو دلی طور پر خوشی ہوتی ہے کیونکہ چاہتی ہے کہ یوسف کو بے حیائی پر آمادہ کرے اور اس وقت مطلوب اور تنہائی دونوں چیزیں اسے میسر ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ محل کے تمام دروازے احتیاطاً بند کر دیتی ہے اور یوسف کو دعوتِ اختلاط دیتی ہے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے انکار کر دیا۔

خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی نے فرمایا کہ حکومت کرنے کے لئے دو چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ جن میں سے ایک امانت ہے لہٰذا آپ کی امانت میں دیانت کا بیان مظاہرہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور قدرتی اعانت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت یوسف نے انکار کیا اور دروازے کی طرف دوڑے۔ دروازے کھولنے کے دوران وہ آپ کا تعاقب کرتی رہی جس کی وجہ سے ان کی قمیص پیچھے سے پھٹ گئی۔ چونکہ آخری دروازہ کھولتے ہوئے ذرا دیر ہو گئی اور وہ بھی پیچھے موجود تھی۔ جب دروازہ کھلا تو عزیز مصر کو باہر پا کر اس کی بیوی نے جھٹ یوسف علیہ السلام پر الزام تراشنے شروع کر دیئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ سچی محبت ہوتی تو وہ اپنے محبوب پر آنچ نہ آنے دیتی لیکن اس وقت اس نے عزیز مصر کو سزا دلوانے کے لئے کہا۔ چونکہ عزیز مصر کے ساتھ ایک آدمی جو کہ عزیز و اقارب میں تھا وہ بھی موجود تھا لہٰذا طے پایا کہ کچھ شواہد پر فیصلہ کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں گواہ ہیں ہی نہیں تو آدمی نے کہا کہ قمیص دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کون جھوٹا اور کون سچا ہے۔ اگرچہ قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہو تو پھر یوسف جھوٹا ہے اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو پھر عورت جھوٹی ہے۔ قمیص دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے لہٰذا عورت کا مکر و فریب عزیز مصر پر ظاہر ہو گیا۔ چونکہ وہ شاہی عورت تھی، اس میں خرابی ظاہر کرنا عوام الناس کے لئے نہایت بری بات تھی لوگ عزیز مصر کو برا بھلا کہتے تو اس پر عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو کہا کہ یہ خبر کسی اور کو مت بتانا اور بیوی کو اپنا گناہ بخشوانے کے لئے مجبور کیا۔

لیکن یہ بات کیسے چھپی رہ سکتی تھی۔ آخر کار شہر والوں کو پتہ چل ہی گیا۔ اب حکمت خداوندی اور اس کا انجام دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام تراشنے والی عورت کا اپنا مکر و فریب تمام عورتوں پر عیاں ہو جاتا ہے اور وہ طرح طرح کی باتیں بناتی ہیں۔ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بدنام کرنا چاہا۔ اللہ رب العزت نے آپ کی پشت پناہی کرتے ہوئے عورت کی بد نیتی ظاہر کر دی۔ (باقی آئندہ)

ضروری اعلان

ہمارے پاس مختلف احباب کے خطوط جن میں حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب خلیفہ مجاز شیخ المشائخ امام الاولیا حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے اس مضمون کے موصول ہوئے ہیں کہ کوئی شخص صاحبزادہ فیض الحسن نامی اپنے آپ کو حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ ظاہر کر کے عوام کی جیبیں لوٹتا اور خلاف شریعت افعال کا ارتکاب کرتا ہے۔ ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور معتقدین کی اطلاع کے لئے اعلان کرتے ہیں کہ کوئی شخص صاحبزادہ فیض الحسن نام کا حضرت رحمۃ اللہ کا خلیفہ نہیں ہے۔ (ادارہ)

قرآنی احکام

ہمایوں سعید اسلامیہ کالج قصور

قرآن حکیم میں جگہ جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ تمام عبادات الٰہی میں بالکل مخلص، صاف دل اور اللہ کی توحید کا سچے دل سے معترف ہو کر عمل پیرا ہو۔ اُس کے تمام اعمال اور اُس کی تمام حرکات و سکنات کا محرک اصلی صرف داعیۂ توحید اور خوفِ الٰہی ہونا چاہیئے۔ اُسے ہر کام کرتے وقت اپنے آپ سے یہ سوال کر لینا چاہیئے کہ آیا اس کا یہ عمل حکم خداوندی کے خلاف تو نہیں۔ اور اس میں شرک کا کوئی شائبہ تو نہیں نیز تنبیہ کر دی گئی ہے کہ وہ علماء جو الہامی کتابوں کی تعلیمات کو اصلی رنگ میں پیش نہیں کرتے بلکہ اپنی ذاتی کمزوریوں سے یا اپنے مخاطبین کی خواہشات کے مطابق معنی اور مفہوم کو تبدیل کر ڈالتے ہیں۔ وہ بدترین گروہ انسان ہیں اور اپنی عاقبت تباہ کر رہے ہیں۔ قرآن پاک میں ذات باری تعالیٰ نے اپنے بندے کو سمجھایا ہے کہ تمہیں کیوں میری توحید کا قائل ہونا چاہیئے۔ کیوں صرف میری ہی عبادت کرنی چاہیئے؟ اور یہ کہ جس عظمت و احترام اور التفات و توحید کا حق مجھے پہنچتا ہے اس سے دوسروں کو مخاطب کرنے والے کس عتاب کے موجب ہوں گے۔ ارشاد ہوتا ہے ذرا زمین و آسمان پر غور کرو کہ کیا کوئی انسان یا کوئی وہ چیز جو تمہارے ذہن میں آ سکتی ہے یہ چیزیں پیدا کر سکتی تھی۔ یا اب پیدا کر سکتی ہے۔ دن رات کا تانتا ان کا اپنے اپنے اوقات پہ آنا ان کے اندر انسان کے لئے راحت و آرام معیشت و زیست کے صد ہزاروں سامان رکھ دینا کسی ہستی کے قابو کی بات نہیں۔ اگر تم غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ ایک ایسی ذات ہے اور صرف ایک ہی جس نے تمہارے لئے زمین کا مخملیں فرش بچھایا اور سروں پر نیلگوں آسمان کو چھت بنا کر اُسے ستاروں اور سیاروں کے عدیم المثال برقی چراغوں سے سجایا وہ ذات جس نے ان چیزوں کو اس خوبی سے بنایا وہی خدا ہے اور صرف اُسے حق پہنچتا ہے کہ اپنی عبادت کرائے۔ اُسی نے ان اتھاہ سمندروں میں انسانوں کو کشتیاں چلانے کا ڈھب سکھایا تاکہ وہ بحری خزائن لعل و جواہر یاقوت و صدف سے فائدہ اُٹھا سکے اور سمندر پار دوسرے ممالک میں بھی آ جا سکے۔ پھر دیکھو یہ بادل کس طرح بنتے ہیں اور کس طرح ان سے بارش ہوتی ہے اور جب زمین بالکل خشک ہو جاتی ہے اور اس میں تمہارے کھانے پینے کو کوئی چیز نہیں اُگ سکتی تو کس طرح ہم اسے آبِ باراں سے تر و تازہ کر کے سبزیاں اور روئیدگیاں پیدا کر کے تمہیں رنگا رنگ کے پھل پھول اور اناج و غلہ بہم پہنچاتے ہیں کیا تم میں ہمارے سوا کسی اور میں طاقت ہے کہ وہ بھی اس طرح بادل بنا سکے، بارش برسا سکے۔ خشک و مردہ زمین کو سرسبز و شاداب کر سکتے ہو۔ تم خود کہتے ہو کہ نہیں۔ اور دیکھو ہوا کے بغیر ایک منٹ زندہ نہیں رہ سکتے اگر ہم اسے ذرا کم کر دیں تو تمہاری روحیں بے چین ہونے لگتی ہیں۔ اسے کون چلاتا ہے، کیا تم چلا سکتے ہو؟ تمہیں چاہیئے کہ تم میری شکر گذاری کرو اور اپنی تمام حاجات کے وقت مجھی سے التجا کرو۔ میں صرف اس بات کا خواہاں ہوں اور وہ بھی تمہاری بھلائی کی خاطر۔ تم میرے ان احسانات کو دل سے تسلیم کرو اور جب مانگو تو مجھی سے مانگو۔ اور دیکھو تمہارے فائدے کے لئے بادل کو تمہاری خدمت کے لئے مامور کر دیا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ تم ان حالات کے ہوتے ہوئے بھی میرے سوا کسی دوسری ہستی، کسی دوسرے انسان کسی دوسری مخلوق کو جو خود ویسی ہی محتاج ہے جیسے تم ہو۔ اپنا مشکلکشا اور دستگیر سمجھو۔ کیا کوئی دوسرا بھی اسی محبت کا حقدار ہو سکتا ہے جو تمہیں ہم سے ہونی چاہیئے۔ سنو! جاہلوں میں نہ پھنسو۔ صرف میرے ہی ہو کر رہو۔ اور موحدانہ میری عبادت کرو۔ ورنہ جب اس زندگی سے گزر کر آؤ گے اور اصل حال کو آنکھوں سے دیکھو گے تو پچھتاؤ گے حسرتیں پیدا ہوں گی۔ مگر کچھ نہ کر سکو گے پھر تو عذاب میں رہنا اور دوزخ میں جلنا ہوگا۔

قرآن پاک میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو صرف پاک و صاف اور حلال اشیاء کا ہی استعمال کرنا چاہیئے اور صرف احکام خداوندی کی ہی تعمیل کرنی چاہیئے۔ نہ وہ چیزیں کھائے جو اُس کی صحت اور اخلاق کے لئے سمِ قاتل کا حکم رکھتی ہیں۔ نہ جادۂ مستقیم سے منحرف ہو کر اور احکام خداوندی کو پس پشت ڈال کر شیطان کے قدم بقدم چلے۔ کیونکہ شیطان کا صرف یہ کام ہے کہ وہ انسان سے بے حیائی، بے شرمی اور برائی کے کام کرائے۔ انسان کے منہ سے ایسے کلمات کہلوائے اور ایسے اعتقادات اس کے دل میں راسخ کرے جس سے وہ مستوجب سزا قرار پائے۔ وہ انسان کو یہی کہتا ہے کہ جس طریقے پر تمہارے باپ دادا تمہاری برادری اور آج کل کے عوام الناس چل رہے ہیں۔ تم بھی چلو، اسی راہ پر چلو یہی راہ سیدھی ہے۔

اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ کھانے پینے کے بارے میں توہم پرستی کی بنا پر خواہ مخواہ اپنے اوپر فضول پابندیاں لگا لینا کوئی دینداری نہیں اس سے ترقی و وسعت کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جس قدر اچھی اور پاک و صاف اور حلال چیزیں تمہارے لئے پیدا کر دی گئی ہیں۔ انہیں شوق سے کھاؤ اور وسوسوں میں نہ پڑو۔ شیطان کی بات نہ سنو، بلکہ ایمان کی راہ جو دراصل عقل و بصیرت کی راہ ہے تمہیں اختیار کرنی چاہیئے کورانہ تقلید کرنا۔ سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے رہنما اور آباؤ اجداد کے اقوال و افعال کو سند پکڑ لینا ہدایت کی راہ سے بہت بعید کرتا ہے۔ اندھی پیروی کرنے والے تو ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے چارپائے۔ فرمایا کہ انسان کے حق میں چار چیزیں مضر ہیں۔ ان سے اجتناب کرنا نہایت ضروری ہے۔ یعنی مردار جانور، حیوانات کا خون، سؤر کا گوشت اور تمام وہ جانور یا دیگر اشیاء جو اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کا نام لے کر ذبح کی جائیں۔ یہ چیزیں انسان کے لئے مضر ہی نہیں بلکہ حرام ہیں۔ باقی رہا یہودی و نصاریٰ نے باوجود الہامی کتابوں کی موجودگی کے حلت و حرمت کے بارے میں جو طرح طرح کی پابندیاں عائد کر لی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے علماء الہامی کتابوں کا مطالعہ تو کرتے ہیں مگر ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ بلکہ اِدھر اُدھر کی کتابیں جو انسانی دماغ

(باقی ص ۱۵ پر)

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ

دین میں زبردستی نہیں

قاری عبد المجید (مولوی فاضل) خطیب جامع مسجد اومنی بس فیروز پور روڈ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد۔

اسلام وہ دین مبین ہے جسے حق تعالیٰ نے پوری نسل انسانی کے لئے پسند فرمایا اور یہ وہ پیغام عام ہے جو قیامت تک دائم اور قائم رہے گا۔

اور یہ وہ دستور العمل ہے کہ عقل صحیح اور فطرت سلیمہ کو اس کے ساتھ اتفاق کے سوا چارہ نہیں۔

یہ دین جبر اور اکراہ کے ساتھ نہیں بلکہ دلائل و براہین کے ساتھ آیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ (۲۵۶ر البقرہ) دین قبول کرنے میں کوئی جبر و اکراہ نہیں۔ کفر و ایمان سے، حق و باطل سے، نور اندھیرے سے، ہدایت گمراہی سے، صداقت فریب سے، اصلاح افساد سے، صدق کذب سے ممتاز ہو چکا ہے۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس آیت کے شان نزول میں جو ذکر کیا ہے اس کے پیش نظر مفہوم اور واضح ہو جاتا ہے۔ مدینہ کے قبیلہ بنی سالم بن عوف سے ایک صحابی ابو الحصین رضؓ انصاری کے دو بیٹے جو دین عیسوی اختیار کئے ہوئے تھے اور تجارت کے سلسلے میں حضور علیہ السلام کے ورود مدینہ کے وقت کہیں باہر تھے۔ جب واپس آئے تو حضرت ابو الحصین رضؓ انصاری نے انہیں مجبور کیا کہ تم اسلام قبول کرو۔ بیٹوں نے انکار کیا تو باپ نے کہا تم جب تک اسلام قبول نہ کرو گے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا چنانچہ جھگڑا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت ابو الحصین انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرے بیٹے ہیں اور اسلام قبول نہیں کرتے ہیں انہیں قبول اسلام پر اس لئے مجبور کرتا ہوں کہ یہ میری جان کا ایک حصہ ہیں اور کیا میں برداشت کر سکتا ہوں کہ میری جان کا ایک حصہ جہنم میں گر رہا ہو اور میں اس کے بچانے کے لئے کوئی تدبیر نہ کروں۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ دین کے اختیار کرنے یا نہ کرنے میں کوئی جبر اور اکراہ نہیں۔ صحابی رضؓ کو بیٹوں کے حق خود مختاری کو برقرار رکھنے اور دین میں عدم اکراہ کے سامنے سپر ڈالنا پڑی۔

حضرت زہری رحؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت زید رضؓ بن اسلم سے لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ اعلانِ نبوت کے بعد دس سال مکہ میں مقیم رہے اور لوگوں کو قبول اسلام کی طرف دعوت دیتے رہے مگر کسی ایک کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ مشرکین نے آپ کو اور آپ کے متبعین کو طرح طرح کی ایذائیں دینا شروع کر دیں اور مجبور کرنے لگے کہ اسلام ترک کر دیں اور ان کے قتال پر آمادہ ہو گئے مگر حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسلام پر ثابت قدم رہنے اور مشرکین کو مالک حقیقی سے بغاوت کی سزا دینے کے لئے جہاد کی اجازت دے دی اور فرمایا اے لوگو! اسلام وہ دین ہے جس میں جائز نہیں کہ اس کے قبول کرنے میں سختی سے کام لیا جائے۔

اسلام کی دعوت میں سختی اور دین کے معاملہ میں کسی کو مجبور نہ کرنے کے متعلق ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں:۔

وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ نَارًا اَحَاطَ بِہِمۡ سُرَادِقُہَا ؕ وَاِنۡ یَّسۡتَغِیۡثُوۡا یُغَاثُوۡا بِمَآءٍ کَالۡمُہۡلِ یَشۡوِی الۡوُجُوۡہَ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا۔ ۲۹ الکہف

اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ سچی بات ہے تمہارے رب کی طرف سے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے ہم نے تیار کر رکھی ہے گنہگاروں کے واسطے آگ کہ گھیر رہی ہیں ان کو اس کی قناتیں (جو آگ کی ہوں گی، اور اگر فریاد کریں گے تو ملے گا پانی جیسے پیپ بھون ڈالے منہ کو کتنا برا پینا ہے اور کتنا برا آرام۔

یعنی اہل جہنم کو جب گرمی کی شدت سے پیاس لگے گی تو "العطش، العطش" (ہائے پیاس) پکاریں گے۔ تب تیل کی تلچھٹ یا پیپ کی طرح کا پانی دیا جائے گا جو سخت حرارت اور تیزی کی وجہ سے منہ کو بھون ڈالے گا۔

الغرض حق تعالیٰ کی طرف سے سچی باتیں سنا دی گئیں۔ کسی کے ماننے نہ ماننے کی اسے کچھ پرواہ نہیں۔ کوئی نہ مانے تو اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ماننے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا انجام سوچ لیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ عالم کے لئے رحمت ہیں۔ آپ ہر ممکن کوشش کرتے اور یہی چاہتے کہ کوئی کافر بد سے بدتر بلکہ کافر بھی جہنم میں نہ جائے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اَفَاَنۡتَ تُکۡرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ (۹۹ یونس) اب کیا آپ سختی کریں گے لوگوں پر وہ ایمان دار ہو جائیں۔ اِنَّمَا عَلَیۡکَ الۡبَلٰغُ (۴۰ الرعد) آپ کا فرض تو صرف لوگوں تک پہنچانا ہے اور تسلیم کرنا یا نہ کرنا یہ ان کا کام ہے۔

دعوت اور تبلیغ کے انداز بھی حق مجدہٗ نے تجویز فرمائے:۔ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ (۱۲۵ النحل)

ترجمہ: اے محمدؐ اپنے رب کی طرف اچھے انداز اور خوش بیانی سے دعوت دیں اور نصیحت اچھے طریقے سے کریں۔ اور بحث بھی اچھے رنگ میں کریں۔ بے شک اللہ ہی بہتر جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور اسے بھی بخوبی جانتا ہے جو اس کے راستے پر چل رہا ہے۔

آپؐ کی ذات گرامی ہمارے لئے اتباع و پیروی کا بہترین نمونہ ہے۔

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (۲۱۔ الاحزاب)

تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ملتا ہے۔

سیرت کی متعدد کتابوں میں اور سنن ابو داؤد شریف میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے

کہ مسلمان ایک سریہ میں قبیلہ بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال الحنفی کو گرفتار کر لائے اور لاکر مسجد نبویؐ کے ستون سے باندھ دیا مسلمان نہ جانتے تھے کہ یہ بنی حنیفہ کا چوہدری ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ نے پہچان لیا۔ ثمامہ کو تین دن اپنے پاس رکھا۔ آپؐ ہر روز ثمامہ کو اسلام کی طرف دعوت دیتے مگر ثمامہ انکار کرتے رہے۔ آپ نے کسی قسم کا جبر و اکراہ نہ کیا۔ اگر آپ چاہتے تو ثمامہ کے ساتھ ہر قسم کا سلوک کر سکتے تھے مگر دین میں یہ چیز تو ہے ہی نہیں۔ آپؐ نے پہلے دن ثمامہ سے رائے معلوم کی تو ثمامہ بولے اے محمدؐ! اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو کر سکتے ہیں مگر میں کوئی معمولی انسان نہیں میرا خون رائیگاں نہیں جائے گا اور اگر آپ معاف کر دیں یعنی جان بخشی کر دیں تو میں احسان فراموش نہیں۔ آپ کا ممنون رہوں گا۔ اِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاکِرٍ۔ دوسرے دن ثمامہ نے جواب دیا اگر آپ جان بخشی کر دیں تو آپ کا احسان وگرنہ میں کوئی معمولی انسان نہیں کہ میرا خون رائیگاں جائے اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاکِرٍ وَاِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ سبحان اللہ بلاغت کا اندازہ لگایئے جس جملے کو پہلے دن پہلے کہا دوسرے دن اسے بعد میں کہا، جب ثمامہ نے تیسرے دن بھی ایسا جواب دیا کہ نرمی اور نیاز مندی پہلے ذکر کی اور خودی اور انانیت بعد میں تو شان رحمتؐ جوش میں آئی اور آپ نے اُسے بالکل آزاد کر دیا۔ سرور عالمؐ کی اس محبت و شفقت نے ثمامہ کا دل موہ لیا۔ گئے اور غسل کر کے واپس آئے اور کہا یا رسول اللہؐ! اس سے پہلے روئے زمین پر میرے نزدیک آپؐ کے چہرے سے زیادہ مکروہ چہرہ کوئی نہ تھا مگر خدا کی قسم اب زمین پر آپؐ کے چہرے سے زیادہ محبوب چہرہ کوئی نہیں۔

یا رسول اللہؐ! اس سے پہلے روئے زمین پر آپؐ کے دین سے زیادہ مبغوض دین میرے نزدیک کوئی نہ تھا مگر خدا کی قسم اب روئے زمین پر آپؐ کے دین سے زیادہ محبوب دین کوئی نہیں۔ یا رسول اللہ! اس سے پہلے روئے زمین پر آپؐ کے شہر سے زیادہ برا شہر میرے نزدیک کوئی نہ تھا۔ مگر اب آپؐ کے شہر سے زیادہ محبوب شہر کوئی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا معبود کوئی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں آپؐ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ثمامہ کا قبولِ اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث صد مسرت ہوا ثمامہ کے ایمان لانے کی وجہ سے ایک خلق کثیر نے اسلام قبول کر لیا۔

حضورؐ کی اس شفقت، حکمت اور حسن سلوک کا اثر کتب تاریخ میں دور تک نظر آتا ہے۔ ثمامہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ جاتے ہیں۔ قریش کے بعض افراد نے انہیں ایذا دینے کا ارادہ کیا مگر بعض نے روک دیا کہ اگر اسے کچھ ستایا تو یمامہ کی طرف سے آنے والی گندم اور اناج بند کر دے گا ثمامہ کو جب اُن کے اس ارادے کا علم ہوا تو قسم کھائی کہ جب تک یہ ایمان نہ لائیں گے یمامہ کا ایک دانہ بھی انہیں سپلائی نہ کروں گا۔

قریش مکہ نے بہت کوشش کی مگر عبث! لاچار ہو کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فریاد لے کر آئے کہ ثمامہ بن اثال نے یمامہ کا اناج بند کر دیا ہے۔ قابل غور ہے یہ بات کہ آپؐ نے ثمامہ کو اس خیال پر نہیں چھوڑا تھا۔ کہ قریش اناج کی تنگی سے مجبور ہو کر اسلام قبول کر لیں۔ بلکہ تبلیغ دین میں جو عدم اکراہ اور محبت و شفقت ہے اسی کو بروئے کار لائے اور بنی حنیفہ کے سردار کو لکھا کہ قریش کا اناج جاری کر دو۔ دین میں زبردستی نہیں یقیناً ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ ثمامہ نے فوراً عمل کیا اور رکا ہوا غلہ جاری کر دیا۔

ثمامہ کا قبولِ اسلام اور محبتِ اسلام میں اس درجہ جاں نثار ہو جانا یہ رسول اللہ کی سماحت فی الدعوت ہی کا تو ثمرہ ہے۔ فَصَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ صَلٰوةً لَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا اور ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو کفر و شرک کے وہ بڑے بڑے لیڈر جنہوں نے محض کلمہ حق کہنے کی پاداش میں رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک پر اونٹوں کی اوجھڑیاں رکھنے سے گریز نہ کیا۔ گردن میں کپڑا ڈال کر گھونٹنے کی کوشش کی اور صادقؐ و امین کے قتل کی خاطر تلواریں سونت کر کاشانہ نبوی کو گھیر لیا۔ جنہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حرم کعبہ میں پتھر مار مار کر بے ہوش کر دیا۔ حضرت بلالؓ کو تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر پتھروں کے نیچے دبا دیا۔ جناب صہیبؓ کو بالوں سے پکڑ کر مکے کی گلیوں میں گھسیٹا اور مسلمان عورتوں کو برچھے مار مار کر شہید کر دیا تھا۔ آج جان بچانے کی خاطر بھاگتے پھر رہے تھے۔ انہیں میں صفوان بن امیہ بھی تھے انہوں نے ارادہ کر لیا۔ کہ دریا میں چھلانگ مار کر خودکشی کر لوں وگرنہ میرے ہاتھوں جتنی اذیتیں مسلمانوں کو اور خود نبی کریمؐ کو پہنچی ہیں۔ ان کا تقاضا یہ ہے کہ میری کھال اتروا دی جائے۔ اور بوٹی بوٹی کر کے پھینک دیا جاؤں۔ اسی ارادے سے روانہ ہو گئے۔

ان کے چچا زاد بھائی عمیر بن وہب جھٹ آئے اور دربار نبویؐ میں عرض کیا نبی اللہ! صفوان خودکشی کے ارادے سے بھاگ گیا ہے اور آپؐ تو سرخ و سیاہ کو پناہ دینے والے ہیں۔ یا نبی اللہ! صفوان اپنی قوم کا سردار ہے اسے بھی امن عنایت ہو۔ نبی رحیمؐ نے فرمایا تو چچا زاد کو تلاش کر لے اسے امن ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ اتنا خائف ہے اپنے جرموں سے کہ میرے کہنے پر اعتبار نہ کرے گا۔ آپؐ کوئی نشانی بھی عنایت فرما دیں۔ آپ نے عمامہ اتار کر عنایت کر دیا۔ عمیر عمامہ لے کر ہوا کی طرح بھاگے اور بولے اے صفوان تجھ پر ماں باپ قربان۔

میں اس کے ہاں سے آیا ہوں جو ساری نسل انسانی میں سب سے زیادہ افضل، نیک، بردبار، رحیم اور مہربان ہے۔ اور قریشی ہے تیرا چچا زاد بھائی ہی تو ہے۔ اس کی فتح تیری فتح ہے، اس کی عزت تیری عزت ہے، اس کی بزرگی تیری بزرگی ہے۔ اس کی ملک تیری ملک ہے صفوان بولے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ عمیر نے کہا وہ جاں بخشی سے بڑھ کر مہربان ہیں اور عمامہ سامنے کر دیا جو امن اور پناہ کی گویا سرکاری دستاویز تھی۔ صفوان یہ دیکھ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ عمیر کہتا ہے کہ آپ نے مجھے امن دے دیا۔

آپ نے فرمایا ٹھیک کہتا ہے تجھے امن ہے۔ عرض کیا مجھے دو مہینے کی مہلت دیجیے تاکہ اسلام قبول کرنے نہ کرنے کے متعلق سوچ بچار کر سکوں۔ صاحبِ خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا دو نہیں بلکہ چار مہینے کی مہلت ہے۔ پھر کیا ہوا؟

ابھی چار مہینے پورے نہیں ہوئے تھے۔ کہ صفوان مسلمان ہو گئے اور ایسے مسلمان کہ اسلام ان کے رگ و ریشے میں سرایت کر گیا۔

قرآن مجید کی ان آیات بینات اور سیرت پاک کے ان واقعات صادقات کے بعد اُن واعظین کے لئے مقام غور ہے

- جو علماء ربانی اور اولیاء کبار کی ذہنی تصویر سادہ لوح اور خالی الذہن عوام کے سامنے ایک مسلمان کی تصویر کے برابر کبھی پیش نہیں کرتے۔
- ایسے علما و صوفیا کو کافر بے دین وہابی کہتے ہیں (العیاذ باللہ) کہ جنہیں سالہا سال مسجد نبوی صلی اللہ علی صاحبہا میں بیٹھ کر دین کی اشاعت و تبلیغ کی سعادت نصیب ہوئی۔
- ایسے علماء و صوفیا پر اتہام و بہتان تراشتے ہیں جو بقول حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب خدا کی صفت علم کے مظہر اتم تھے۔
- ایسے علماء و صوفیا کو وہابی گردانتے ہیں جو خود اور جن کی اولاد آج بھی حجاز اور حرم نبویؐ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی ترویج و اشاعت میں منہمک اور مصروف ہے۔ طال اللہ بقاءہم۔
- ایسے علماء و صوفیاء کو بدنام کرتے ہیں جن کے اخلاص اور للہیت کا عالم یہ ہے کہ وہ گورنر ہاؤس کے تحائف و ہدایا سے گریز کرتے ہیں اور رب تعالیٰ انہیں بچا بھی لیتا ہے طاب اللہ ثراہم وجعل الجنۃ مثواھم
- ایسے علماء و صوفیا کو قبل کہتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے سر سے انگریز کا تسلط اٹھانے اور اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں غیر مسلموں کے ہاتھوں دھاری دار آلات سے موقع پر ہی اپنی اور رفقاء کی جانیں نثار کر دیں۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

- ایسے علماء و صوفیا کو خارج از اسلام کہتے کہلاتے ہیں جو اسلام ہی کی حمایت و ترویج کی وجہ سے وطن سے خارج مالٹا میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ جزاھم اللہ ربی عنا وعن کل اھل الاسلام۔
- ایسے علماء و صوفیا کی تقاریر و مواعظ سے روکتے ہیں جن کے مواعظ میں قرآن و حدیث کے علاوہ کوئی اور قصہ کہانی ہوتا ہی نہیں۔ ع

وہ شمع بجھے کہاں جسے روشن خدا کرے

غور طلب پہلو یہ ہے:-

کہ اسلام نے تو صداقت اور حقانیت بھی بجبر و اکراہ ٹھونسنے کی اجازت نہیں دی اور خانہ ساز دودھ آمیز پانی جیسی باتیں ٹھونسنے کی اجازت کہاں دی اور اسلام نے تو کافر مطلق اور مشرک مطلق کے بتوں کو بھی بُرا کہنے اور سب و شتم کرنے کی اجازت نہیں دی اور اخلاق حسنہ اور عادات جمیلہ سے پیش آنے کی تلقین کی ہے۔

ملاحظہ ہو ۱۰۸ الانعام۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥

اور مت دشنام دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔ کیونکہ پھر وہ بوجہ جہل حد سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔ پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ ان کو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔

حاصل یہ کہ جب ایسی چیزوں کی دشنام و گالی سے حق تعالیٰ نے منع فرمایا ہے تو غور فرمایئے صلحاء امت کو نشانہ بنانے کا وبال کیا ہو گا۔

چراغ خانہ کجا نور آفتاب کجا
ببیں تفاوت راہ از کجا تا بکجا

پس خیر اسی میں ہے کہ ہم اپنی اپنی راہ کو پرکھیں کہ یہ مکدر فضا اختلافی ہے یا خلافی۔ اختلاف میں بشرطیکہ فروعی ہو خیر ہو سکتی ہے (اختلاف امتی رحمۃ) ؎

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

مگر خلاف، خلاف میں بغیر ہلاکت اور تباہی کے اور کوئی سبیل نہیں۔

پس اے ذات صدور اور علیم و خبیر مولیٰ اہل حق کو حق پر قائم رہنے کی توفیق اور باطل و طاغوتی طاقتوں سے نمٹنے کی ہمت عنایت فرما۔

اہل بغی و ہوا کو اپنے محبوب کے قول ما انا علیہ واصحابی کا مصداق بنا دے۔ دین میں غلو ایک دوسرے کی ضرب رقابت سے اے مولیٰ بچا دے۔

اے مفسد و مصلح کو جاننے والے پروردگار اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

دار المبلغین لائلپور

میں داخلہ لینے والے طلباء

پاکستان میں اہل سنت والجماعت کا معروف ادارہ دار المبلغین لائل پور اس سال پندرہ شعبان سے تعلیم و تربیت کا آغاز کر رہا ہے جس میں توحید و سنت، خلافت و امامت، حجیت حدیث، ختم نبوت، عیسائیت اور اسلام جیسے اہم عنوانات پر ملک کے ممتاز علمائے کرام طلباء کو درس دیں گے۔ حضرت العلامہ مولانا دوست محمد صاحب قریشی مفسر قرآن حضرت مولانا حسین علی صاحب علیہ الرحمۃ کے انداز پر دورہ تفسیر پڑھائیں گے۔

دار المبلغین میں شرکت کرنے والے طلباء ۱۰ شعبان تک خط و کتابت کر کے داخلہ حاصل کر لیں۔ قیام و طعام کا انتظام جامعہ قاسمیہ لائل پور کی طرف سے کیا جائیگا۔

محمد ضیاء القاسمی ناظم جامعہ قاسمیہ و دار المبلغین لائلپور

مدرسہ عربیہ لتعلیم القرآن بھیرہ

مدرسہ ہذا میں قرآن حکیم کے حفظ اور ناظرہ تجوید کے ساتھ پڑھانیکا بہترین انتظام ہے۔ بچوں کو دینی تعلیم سے بہرہ ور کرنے کے لئے نادر موقعہ ہے اس کو غنیمت سمجھئے۔ نیز قرآنی اور نبوی علوم علی صاحبہا التحیات والتسلیمات کو سمجھنے کے لئے جن علوم موقوف علیہا کی ضرورت ہوتی ہے خصوصاً ابتدائی کتب مثلاً صرف و نحو، رسائل منطق فقہ وغیرہ نہایت محنت اور جانفشانی سے پڑھائے جاتے ہیں۔ ان ہر دو شعبوں میں چونکہ بیرونی طلبہ کا داخلہ محدود ہوتا ہے۔ اس واسطے رمضان المبارک کے اندر ہی جوابی خط لکھ کر داخلہ کا وعدہ لیں۔ ان ہر دو شعبوں میں بیرونی اور نادار طلباء کو ہمہ قسم جائز کفالت مدرسہ ہی کے ذمہ ہوتی ہے۔

(نوٹ) فی الحال نہ تو مدرسہ ہذا کا کوئی سفیر مقرر ہے نہ ہی کوئی مستقل آمدنی ہے۔ صرف حساس اور باہمت مسلمانوں کی توجہات سے بفضلہ تعالیٰ اخراجات پورے ہوتے ہیں۔

مولانا عبد الرشید ناظم مدرسہ عربیہ لتعلیم الدین بھیرہ ضلع سرگودھا

بقیہ

مجلس ذکر

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ وکلاء اور ججوں کا پیشہ حرام خوری ہے۔ یہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھاتے ہیں اور اسی کے لئے انہیں پیسے ملتے ہیں۔ ججوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ وکیلوں کے جھوٹ سچ پر ناحق فیصلے سنا دیتے ہیں۔ آج پاکستان میں بے انصافی، دروغ، جھوٹ، فریب اور ہر غلط کام کو فروغ اور ترقی ہو رہی ہے اور انصاف قیمتاً بکتا ہے۔

تھوڑے دن ہوئے، مجھے ایک ٹانگے میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ اس بوڑھے ٹانگے والے نے بتایا کہ میں بے نماز تھا۔ دہلی میں اپنے ٹانگے میں مولانا محمد الیاسؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا احمد سعیدؒ کو بٹھایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مولانا الیاسؒ (بانی تبلیغی جماعت) نے مجھے پوچھا کہ تم نماز پڑھتے ہو، میں نے نفی میں جواب دیا تو انہوں نے مجھے نماز پڑھائی اور سکھائی اس کے بعد سے میں پکا پانچ وقت کا نمازی ہوں۔ اس نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ میں ایک بوڑھی عورت کو اسٹیشن سے بٹھا کر مزنگ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں دو آدمی ملے وہ بھی مزنگ جانا چاہتے تھے۔ اس عورت نے انہیں بھی بٹھانے کو کہا۔ میں نے انہیں بھی بٹھا لیا۔ راستے میں عورت اتری اور کہا کہ میرے سامان کو ساتھ والی گلی میں پہنچا دو۔ میں سامان لے کر اس کے مکان تک پہنچا آیا۔ آکر دیکھا تو ٹانگہ غائب۔ تھانے گیا تو کوئی رپورٹ نہ لکھے تو پھر اللہ تعالیٰ کے دروازہ (مسجد) میں آیا اور گڑگڑا کر دعا کی۔ دوسرے دن ایک اور ٹانگے والے کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا اور وہ دونوں آدمی پکڑے گئے اور اس طرح میرا بھی ٹانگہ برآمد ہو گیا۔ پولیس کہنے لگی تو نے رپورٹ کیوں نہیں لکھوائی۔ میں نے کہا کہ آج جس کے پاس پیسے ہیں وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے۔ چونکہ میرے پاس پیسے نہیں تھے اس لئے میں تھانے نہیں گیا۔ میں نے اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اللہ تعالیٰ نے سن لی۔

میں عرض کر رہا تھا کہ آج کل غریب آدمی اپنے آپ کو بڑا بدبخت سمجھتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو رہا ہے، حالانکہ تنگ دستی، کشادگی، بیماری، تندرستی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ خوشی، رنج، غریبی، امیری آئے ہمیں خوش ہونا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میں فقر کو پسند کرتا ہوں۔ اسی لئے حضورؐ کے گھر میں تین تین مہینے آگ نہیں جلتی تھی۔ اگر حضورؐ کو دولت پسند ہوتی تو وہ بہت زیادہ دولت اکٹھی کر لیتے۔ لیکن اگر دولت آ جائے اور انسان مالدار بن جائے تو اُسے نیک کاموں میں خرچ کر کے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونا چاہیے۔ آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا چاہیے۔

اگر مال کم ہو تو اسے بدبختی سے تعبیر نہ کرنا چاہیے۔ یہ بڑا گناہ ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو مالدار ہونے کے بعد ٹھیک رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں مسلمان بنائے اور خاتمہ ایمان کامل پہ فرمائے آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

(۲)

(صفحہ ۱۸ پر مضمون کا یہ بقیہ پچھلے شمارے میں کاتب کی غلطی سے شامل اشاعت نہ ہو سکا تھا جس کے لئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ اب اسے عنوان بالا کے تحت مضمون کی قسط ثانی تصور فرمائیں) (ادارہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی یہ آپ کے اہل بیت تھے۔ رسول پاکؐ کے صحابہؓ کے ساتھ ساتھ آپ کے اہل بیت سے محبت رکھنا بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔

ایک دفعہ رسول پاکؐ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا: "جس کا میں دوست ہوں، اس کا علیؓ بھی دوست ہے۔ اے اللہ! اس شخص کو عزیز رکھ جو اُس کو عزیز رکھے اور اُسے دشمن جان جو اس کا دشمن ہو"

اسی موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب، جس میں نور اور ہدایت ہے اور دوسرے میرے اہل بیت جن کے بارے میں میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ چاہتا ہے۔ کہ اہل بیت سے ہر طرح کی گندگی دور کرے اور ان کو خوب پاک صاف بنا دے۔ علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اہل بیت سے یہاں مراد حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ہیں۔ اور جب قرآن کی یہ آیت اتری تھی، اس وقت گھر میں یہ چاروں حضرات تھے۔ آپ نے ان کو کمبل اڑھا دیا۔ اور فرمایا: یا اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں تو ان سے گندگی دور کر دے اور ان کو خوب پاک صاف بنا دے"

حضرت علی بچے ہی تھے کہ رسول پاکؐ نے آپ کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ دس سال کی عمر میں آپؓ اسلام لائے۔ اس کے بعد ساری عمر رسول پاک کے ساتھ گزاری اور آپؐ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ آپ کا بیان ہے کہ میں ہر روز رسول پاک کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور رسول پاکؐ سے جو قرب حاصل تھا اور کسی کو نہ تھا۔ رسول پاکؐ نے حضرت علیؓ کے بارے میں ایک بار فرمایا: میں علم کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔

ایک جنگ کا ذکر ہے کہ ایک قلعہ کسی سے فتح نہیں ہوتا تھا۔ رسول پاکؐ نے ایک دن فرمایا کہ "کل میں اس کو جھنڈا دوں گا جسے خدا اور رسول پسند کرتے ہیں، اور وہ خدا اور اُس کے رسول کو پسند کرتا ہے اور فتح اس کے ہاتھ پر ہوگی" دوسرے دن رسول پاکؐ نے حضرت علیؓ کو جھنڈا دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول پاک کی سب سے پیاری بیٹی تھیں، اور آپؐ کو ان سے بڑی محبت تھی، آپؓ بڑی خدا پرست صابر اور شاکر تھیں۔ ایک بار رسول پاکؐ نے حضرت فاطمہؓ کے متعلق فرمایا: "بے شک فاطمہؓ میرا ایک حصہ ہے اور میں اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ اُسے رنج پہنچے۔

حضرت حسنؓ، حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادے اور رسول پاک کے نواسے تھے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا: اے اللہ! میں حسن کو دوست رکھتا ہوں، تو بھی اسے دوست رکھ۔ رسول پاکؐ کے ایک صحابی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ سے بڑھ کر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہ تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے رسول پاکؐ کو بڑا پیار تھا۔ ایک رسول پاکؐ نے فرمایا: حسن اور حسین میری دنیا کی رونق ہیں۔" ان

(باقی ۱۸ پر)

کی اختراع ہیں انہیں سے متاثر رہتے ہیں اور غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ باقی رہے عوام الناس سو خود تو انہیں معلوم نہیں ہوتا وہ ایسے علماء کی کورانہ تقلید کرتے ہیں اور اصل حقیقت سے دور رہتے ہیں۔ بعض لوگ علم وحقیقت سے واقفیت کے بعد بھی اختلاف میں پڑے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ایک "ضد صریح" پر ہوتے ہیں جو انسانی طبائع کا بدترین خاصہ ہے۔ پس جو لوگ ایسے تفرقوں میں پڑ جائیں ان کا نکلنا مشکل ہی ہوتا ہے وہ لوگ یقیناً دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اور عذاب الٰہی کے زیادہ سے زیادہ مستوجب ہوں گے۔ کیونکہ وہ مومنوں کی شکل میں زہد و تقویٰ کے نام پر ہدایت کو بیچتے اور جہل وظلمت کو خریدتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ محض رسومات پر چلنا، باپ دادا کی کورانہ تقلید کرنا، خورد و نوش کے معاملہ میں فضول پابندیاں اپنے آپ پر عاید کر لینا، دین کی کوئی خدمت نہیں۔ خدا ان باتوں سے نہیں ملتا۔ بلکہ وہ برتر ذات، سچی خداپرستی، نیک عملی اور روح وقلب کی صفائی سے ملتی ہے۔ شریعت کے احکام بھی اسی غرض کے لئے ہیں اور حصول مقصد کا یہی بہترین طریقہ ہے۔ فرمایا انسان خدا اور اس کے مخفی حقائق کو تسلیم کرے، اس کے احکام کی تعمیل کرے، اس کے نبیوں کی تعظیم کرے۔ روز آخرت کا قائل ہو۔ خلق خدا سے ہمدردی کرے رشتہ داروں سے اس کا سلوک بہترین ہو۔ یتیموں پر رحم و شفقت برتے۔ مسکینوں اور مسافروں کی امداد کرے، غلامی کی بد رسمی کو دور کرنے میں قومی اور انفرادی طور پر معاون و ممد ہو۔ یہی ایمان کا عملی ثبوت ہے۔ باری تعالیٰ کا مقصد یہ ہے اور شریعت کے ظاہری رسوم و اعمال بھی اسی لئے ہیں کہ تمہیں خداپرستی اور نیک عملی کی نعمت عظمیٰ حاصل ہو۔ پس تمہاری تمام تر ہمت اور جدوجہد طلب و مقصد میں خرچ ہونی چاہیے نہ کہ ذرائع و وسائل ہی کی نذر ہو جائے۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی ہے کہ مرد آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا بوڑھا، گورا ہو یا کالا انسان ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں۔ نیکی کرنے والا خواہ کوئی ہو انعام پائے گا اور بدی خواہ کوئی کرے سزا بھگتے گا۔ قاتل خواہ کوئی ہو بلاامتیاز اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ ہرگز کوئی رعایت روا نہ رکھی جائے گی۔ یہود کی یہاں مذمت کی گئی ہے۔ جب کوئی دولتمند یا آزاد شخص ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی غریب یا غلام ہوتا تو اسے سزا دیتے۔ مسلمانوں کو ایسی بے انصافی سے پہلے ہی دن متنبہ کیا گیا ہے کہ کہیں وہ بھی ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔

نیکی کی تیسری بات یہ بتلائی گئی ہے لہ انسان کو مرنے سے پہلے پسماندوں کے لئے اپنی جائداد یا ترکہ کی تقسیم کی اصولی حقیقت کی تلقین کر دینی چاہیے۔ اگرچہ مرنے کے بعد اس کی جائداد دوسروں کے قبضہ میں آنے والی ہے۔ مگر مرنے سے پہلے مناسب طور پر اسے بانٹ دینا اور شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے حقداروں کو فائدہ پہنچانا ہر انسان پر فرض کر دیا گیا ہے۔ اس فریضہ سے کوئی شخص بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ باقی رہی وصیت کی تعمیل یہ تو ان لوگوں پر چھوڑ دی گئی ہے جو اس کے امین ہوں۔ ان کو چاہیے کہ وہ اپنے فرض سے خود عہدہ برآ ہوں۔ اگر وہ خیانت کریں گے تو خود جواب دہ ہوں گے۔

یہ تین اصول جو اوپر بیان کئے گئے ہیں اگر ہم ان سے محروم رہے اور ان اصولوں کی خلاف ورزی کی تو قرآن حکیم فرماتا ہے کہ ہم یہود ہی کے بھائی بند ہوں گے۔ دیکھو گوش ہوش سے سن لو شریعت کے یہی بنیادی اصول ہیں ان میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔

بقیہ

بچوں کا صفحہ

بہت کم ہے۔ آپ نے اس سونے پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ جس سے سونا وزنی ہو گیا۔ حضرت سلمانؓ اپنے مالک کے پاس آئے تو اس نے آپ کو آزاد کر دیا۔

پیارے بچو! دیکھا حضرت سلمانؓ بچپن سے ہی اسلام اور حضورؐ کے عاشق تھے کس طرح عشق رسولؐ میں شہزادگی چھوڑ کر غلامی اور مزدوری کرتے رہے۔ یہ رنگ آپ پر آخر تک غالب رہا۔ حدیثوں میں آیا ہے حضرت سلمانؓ ان لوگوں میں ہیں جن کی جنت خود مشتاق ہے۔ آپ کا شمار بزرگ صحابہ کبار میں ہے۔ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کی طرح فقر اور صبر کا رنگ آپ پر آخری دم تک غالب رہا۔

(محمد امین)

بقیہ

رسول اللہؐ سے محبت

دونوں حضرات کے بارے میں رسول پاکؐ کا ارشاد ہے کہ حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ رسول پاک کے اہل بیت ہیں۔ ان سے رسول پاکؐ کو بڑی محبت تھی۔ اور آپؐ کو یہ بے حد عزیز تھے۔ رسول پاکؐ فرماتے ہیں کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے باپ اور بیٹے سے زیادہ محبت نہ رکھے۔ رسول پاک سے زیادہ محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کے اہل بیت سے محبت رکھیں اور ان کی دل سے عزت کریں۔ جو شخص آپ کے اہل بیت سے محبت نہیں رکھتا وہ آپؐ سے محبت نہیں رکھتا۔

بچوں کا صفحہ

حضرت سلمان فارسیؓ

جناب محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل، لاہور

اصفہان کے قریب ایک گاؤں میں ایک آتش پرست جاگیردار رہتا تھا اس کے گھر میں ایک آتش کدہ تھا جو ہر وقت جلتا رہتا اور وہ اس کی پوجا کیا کرتا تھا اس کے ہاں اولاد نہ تھی۔ بڑی منتوں کے بعد اللہ تعالٰی نے اسے ایک خوبصورت لڑکا عطا فرمایا۔ اس نے لڑکے کا نام مابہ رکھا۔ جب لڑکا کچھ سمجھدار ہو گیا تو باپ نے آتش کدے میں ایندھن ڈالنے کا کام اس کے سپرد کر دیا۔ اس سے اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ گھر سے باہر نہ جائے اور کسی دوسرے مذہب کی تبلیغ سن کر اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ نہ ہو جائے۔

ایک دن مابہ کا باپ کام میں اتنا مصروف تھا کہ وہ جاگیر کی دیکھ بھال کے لئے باہر نہ جا سکا۔ اس نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ جاگیر کی طرف ہو آؤ۔ بیٹے نے اپنے والد کے حکم کی فوراً تعمیل کی اور چلا گیا۔ جب وہ واپس آ رہا تھا تو اس نے راستے پر ایک گرجا میں عیسائیوں کو شام کی نماز کے لئے اکٹھے ہوتے دیکھا۔ مابہ بھی انہیں دیکھنے لگا۔ جب وہ وعظ اور عبادت سے فارغ ہوتے تو یہ بھی اپنے گھر کو روانہ ہو گیا۔ ادھر اس کا باپ گھبرایا ہوا تھا کہ میرے بیٹے نے تاخیر کیوں کی۔

اس کے پہنچنے پر وجہ دریافت کی تو مابہ نے کہا کہ میں نے آج کچھ لوگوں کو خدائے غیب کی عبادت کرتے پایا ہے۔ میرا خیال ہے وہ سچے ہیں کیوں کہ آگ ہماری محتاج ہے اگر ہم ایندھن نہ جلائیں تو یہ بجھ جائے۔

جواب میں اس کے باپ نے کہا۔ "ہمارا آگ ہی خدا ہے وہ جھوٹے ہیں۔" لیکن اس سے مابہ کی تسلی نہ ہوئی اور اس نے چوری چھپے عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ اس کے والد پر جب یہ راز کھلا تو اس نے اسے گھر میں پابند کر دیا اور نوکروں کو اس کی نگرانی پر متعین کر دیا لیکن ایک دن موقع پا کر مابہ نوکروں سے نظر بچا کر نکل بھاگا۔ اور ملک شام پہنچ گیا وہاں ایک عیسائی بزرگ سے عیسائیت کی تعلیم حاصل کرنے لگا لیکن اس مذہب نے بھی اسے تسلی نہ بخشی۔ وہ طرح طرح کے سوالات پوچھتا رہتا۔ اور استاد ہر بار اسے ٹال دیتا۔

جب وہ عیسائی بزرگ فوت ہونے لگا تو اس نے مابہ کو بلایا اور کہا "عیسائی مذہب تیری تسلی نہیں کرے گا۔ ملک عرب میں ایک نبی آخرالزمان ظاہر ہونے والا ہے وہاں جاؤ اور ان سے تعلیم حاصل کرو۔" مابہ نے کہا میں انہیں کس طرح پہچانوں گا تو استاد نے کہا کہ تورات اور انجیل میں ان کی یہ نشانیاں لکھی ہوئی ہیں:۔

(۱) ان کا نام محمدؐ ہوگا (۲) وہ جس شہر کی طرف ہجرت کریں گے اس میں کھجوروں کے پودے کثرت سے ہوں گے (۳) اگر انہیں صدقہ دیا جائے گا تو نہیں کھائیں گے (۴) ہدیۃً کوئی چیز دی جائے گی تو قبول فرمائیں گے۔ (۵) ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی اور (۶) وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے۔

استاد کی وفات کے بعد مابہ ایک قافلے کے ہمراہ ملک عرب کی طرف روانہ ہو گیا مگر قافلے والوں نے مدینہ کے قریب وادی القریٰ میں انہیں اپنا غلام بنا کر بیچ دیا۔ چند دن بعد مدینہ کے ایک یہودی نے مابہ کو خرید کر اپنے باغ کی خدمت پر مقرر کر دیا۔ مابہ نے یہاں کھجوروں کی کثرت دیکھی تو اسے یقین آ گیا کہ حضورؐ ہجرت کر کے اسی شہر کو آئیں گے۔

ایک دن باغ میں کسی شخص نے آ کر کہا کہ نبی آخرالزمانؐ مکہ سے ہجرت کر کے ہمارے شہر میں تشریف لائے ہیں۔ مابہ کو بے حد خوشی ہوئی۔ ایک دن باغ سے کچھ کھجوریں چن کر رات کو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یہ صدقہ ہے۔ آپؐ نے ساری کھجوریں مسلمانوں میں تقسیم کر دیں لیکن خود کوئی نہ کھائی۔ مابہ دوسری مرتبہ پھر کھجوریں لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یہ ہدیہ ہے۔ تو آپؐ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ مل کر کھائیں۔ آپ کا نام تو مشہور ہو ہی چکا تھا اسے یقین آ گیا کہ یہی نبیؐ آخرالزمان ہیں۔ ایک دن اس نے مہرِ نبوت بھی حضورؐ کے شانوں کے درمیان دیکھ لی۔ اور سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ حضورؐ نے جب تمام حالات معلوم کئے تو آپؐ کو اس کی حالت پر بہت رحم آیا اور اس کی ہمت اور جستجو پر آفرین کہی۔ "سلمان" نام رکھا اور فرمایا تم اپنے مالک سے جو مانگے دے کر آزاد ہو جاؤ۔ سلمانؓ واپس باغ میں آ گئے۔ صبح کو جب مالک باغ میں آیا تو اس سے کہنے لگے آپ مجھے کس طرح آزاد کرنے پر رضامند ہوں گے۔ مالک نے جواب دیا۔ اگر تم میرے باغ میں تین سو کھجور کے پودے لگا دو اور پانچ چھٹانک سونا بھی دے دو تو آزاد کر دوں گا۔ سلمانؓ نے سوچا کہ تین سو پودے لگانے اور اتنا سونا مہیا کرنے تک تو میری عمر ختم ہو جائے گی۔

اسی خیال میں رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب کچھ بیان کر دیا۔ آپؐ نے صحابہؓ کو تین سو پودے مہیا کرنے اور باغ میں گڑھے کھودنے کا حکم دیا۔ جب یہ دونوں کام ہو گئے تو حضورؐ خود باغ میں تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے پودے زمین میں لگا دئے۔ اس کے بعد آپؐ کے پاس کچھ سونا آیا آپؐ نے حضرت سلمانؓ کو دے دیا۔ چونکہ یہ بہت کم تھا اس لئے حضرت سلمانؓ نے عرض کی۔ حضورؐ! یہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/G مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء